بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَیٰقَوْمِ مَالِیْٓ اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجٰوۃِ وَ تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ ط

(ترجمہ از توضیح القرآں)

اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف دعوت دے رہا، اور تم مجھے آگ طرف دعوت دیتے ہو۔

ماھنامہ

راہِ نجات

بارہمولہ

مدیر

منیر احمد وانی

جلد نمبر ۷ برائے سال ۲۰۲۰ تا ۲۰۲۳

(زیرِ سرپرستی)

آسی غلام نبی وانی دام فیوضہم موسس مجلس علمی جموں و کشمیر

نائب سرپرست: سالک بلال

خصوصی شمارہ

مقالات نمبر

برائے سال ۲۰۲۰ء تا ۲۰۲۳ء

﴿زرتعاون﴾

(فی شمارہ =/25روپے)(سالانہ =/300روپے

﴿خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ﴾

دفتر ماہنامہ راہ نجات فتحگڈھ (نزدیک مسجد نور) بارہمولہ کشمیر

اگر اس دائرہ ⬭ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے لہٰذا اپنی خریداری کو جاری رکھنے کے لئے آئندہ کا زرِتعاون ارسال فرمائیں۔

بانی وسرپرست: عاصیؔ غلام نبی وانی 9797087730

نائب سرپرست: سالکؔ بلال 8899220855

ایڈیٹر، اونر، پبلشر: منیر احمد وانی 7006483392

(نوٹ) راہِ نجات ایک خالص تحقیقی رسالہ ہے۔ مُتدیّن اہل علم وقلم حضرات کے تحقیقی مقالوں اور رشحاتِ قلم کو امت مسلمہ کے سامنے پیش کرنا ہمارا بنیادی مقصد ہے۔ قدیم اور جدید کے صالح امتزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے امت مسلمہ کو اس پرآشوب دور میں صحیح حقائق سے باخبر رکھنا ہم وقت کی اہم اور اشد ضرورت سمجھتے ہیں۔

لیکن!

اس کے لئے جدید متدین دانشور طبقہ اور علوم اسلامیہ کے حاملین ووارثین علوم نبوت کو شانہ بہ شانہ ہوکر کام کرنا ہوگا۔ ادارہ راہِ نجات اس کارعظیم کے لئے ایک پلیٹ فارم کی حیثیت سے کام کرنے کا عزم لئے ہوئے صحافتی دنیا میں کود پڑا ہے۔ خدا کرے ادارہ کا یہ دیرینہ خواب پورا ہوجائے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	نام مضمون نگار	صفحہ
فتنوں کے بارے میں نبی ﷺ کے ارشادات اور امت کے لیے لائحہ عمل			
۱	مقالہ نمبر ۱	حضرت مفتی اسحاق نازکی	۱۶
۲	مقالہ نمبر ۲	ڈاکٹر شکیل شفائی	۳۶
۳	مقالہ نمبر ۳	حضرت مفتی نذیر احمد قاسمی	۵۹
۴	مقالہ نمبر ۴	جاوید احمد ملک	۶۹
۵	مقالہ نمبر ۵	مولانا جعفر ندوی	۸۹
مقصد تخلیق کائنات			
۱	خطبہ استقبالیہ	آسی غلام	۹۸
۲	مقالہ نمبر ۱	ڈاکٹر شکیل شفائی	۱۰۶

خطبۂ استقبالیہ وافتتاحیہ

بحضور علمائے کرام ودانشوران عظام

من جانب

(مؤسس مجلس علمی جموں وکشمیر)

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام احقر آپ تمام حضرات کا تہہ دل سے شکر گذار ہے کہ آپ حضرات نے اپنی گونا گوں مصروفیات میں سے وقت نکال کر اس ناچیز کی گزارش پر یہاں آ کر ہماری اس مجلس کو زینت بخشی ۔ دراصل اس مجلس کا آغاز اس وقت ہوا جب ہم نے سرینگر کے ایک معروف دارالعلوم سراج العلوم میں ایک علمی سیمنار منعقد کیا۔ جس میں کشمیر کے تقریباً ڈیڑھ سو علماء کرام و دانشور حضرات نے شرکت فرمائی ۔ سیمنار کا موضوع تھا **''داعیِ توحید مولانا عبدالولی شاہ کشمیریؒ پر ایک علمی سیمینار''**۔ اس میں کشمیر کے معروف علماء دین اور دانشور حضرات نے شرکت کی اور اس کی پوری تفصیل آپ کو مجلس علمی کے سیمینار نمبر سے معلوم ہوسکتی ہے ۔ اس موضوع پر احقر کی ایک کتاب داعیِ توحید نمبر کو بھی اِجراء کیا گیا جس کو حضراتِ علماء کرام نے بہت پسند کیا ۔ یہ داعیِ توحید کون تھا؟ اور اس نے کون سا کارنامہ انجام دیا تھا۔ یہ کشمیر کا ایک بہت بڑا عالم تھا، جس کو حالات کی خرابی نے گوشۂ گمنامی میں ڈالا تھا۔ لیکن خداوند تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ اظہارِ حق کے سلسلے میں غیب سے کوئی نہ کوئی شکل وجود میں لاتا ہے اور ورفعنا لک ذکرک اور امر کن کے ازلی وابدی قانون کے تحت اپنے پسندیدہ بندوں کو

نوازتا ہے اور نوازتا رہے گا۔ اسی سیمینار نے ہمیں یہ تحریک دی کہ مجلس علمی کے عنوان کے تحت جموں و کشمیر میں ایک تحریک چلائی جائے جو پوری یکسوئی کے ساتھ اسلامی تعلیم کو عصری اسلوب میں عام کرے۔

قرآن کریم کے متعلق اللہ فرماتا ہے کہ **ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر** (ترجمہ) ہم نے قرآن کو آسان انداز میں بیان فرمایا ہے کوئی ہے جو اس نصیحت کو قبول کرے؟ قرآن نصیحت قبول کرنے والوں کو ڈھونڈتا ہے۔ اس دور میں اللہ نے ہم کو سائنسی علوم کی روشنی میں ایسی چیزیں عطا فرمائی ہیں کہ اگر اُن کو مناسب طریقے سے استعمال میں لایا جائے تو اظہار دین کا کام عام اور تام ہو جائے۔ لیکن علم کی کمی کی وجہ سے ہم کو غیر ضروری مصروفیات نے اس طرح سے آ گھیرا ہے کہ بقول اکبرالہ آبادی ؎

نہ تو ہم انگریز بنے نہ مسلمان رہے
عمر سب مفت میں کھویا کئے نادان رہے

کچھ وقفے کے بعد ایک دوسرا علمی سیمینار بمقام بارہمولہ لون شاپنگ کمپلیکس میں منعقد کیا اور اس کا موضوع تھا **''عصر حاضر میں قلم کی اہمیت''**۔ اس میں بھی تقریباً پہلے کی نسبت زیادہ علماء و دانشور حضرات نے شرکت فرمائی اور اس میں بھی اہل علم حضرات نے اپنے مقالے پڑھے اس پوری کاروائی کو ممکنہ حد تک راہِ نجات کے علمی سیمینار نمبر میں شائع کیا گیا جس کی پوری تفصیل وہاں سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد حالات نے پلٹا کھایا اور کرونا بیماری نے پورے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا

اور کاروبار زندگی سارا کا سارا ٹھپ پڑ گیا اور ہم بھی حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ لیکن محض اللہ کے فضل و کرم سے ایک تیسرا سیمینار جامع مسجد شیری میں منعقد کرنے میں کامیاب ہوگئے اور اس کا موضوع **''فتنوں کے بارے میں نبی ﷺ کے ارشادات اور امت کے لیے لائحہ عمل''** تھا۔ اہل علم حضرات نے اپنی فکر کی سطح کے مطابق قیمتی مقالے پڑھے اور وہ شائع کرنے ابھی مطلوب ہیں امید ہے کہ بہت جلد شائع ہونگے۔ مجلس علمی کے دوسرے سیمینار سے قبل سرینگر کی ایک معروف جگہ لاوے پورہ میں مجلس علمی باضابطہ تشکیل دی گئی اور یہ ساری کاروائی ہمارے ایک معروفکرم فرما بزرگ اور عالم دین مولانا غلام محمد صاحب لاوے پورہ کے مسکن پر انجام دی گئی جن کی رہائش گاہ کسی بڑے کتب خانہ سے کم نہیں۔ جس میں پہلی بار وادی کشمیر سے باہر کے ایک دینی کارکن محترم محمد رفیق مسگر صاحب نے پہلی بار شرکت فرمائی۔ اور جنوبی کشمیر کے معروف بزرگ پیر غلام رسول صاحب امامِ جامع مسجد کلگام نے بھی شرکت فرمائی۔ تب سے یہ مختصر سا کارواں اپنے علمی سفر پر رواں دواں ہے۔

مجلس علمی کا حجم اگر چہ بہت کم ہے لیکن اس کی فکر کا حجم اللہ کے فضل و کرم سے وسیع ہے خوب فرمایا گیا ہے

نقشوں کو تم نہ دیکھو نقشوں میں گھس کے دیکھو
کیا چیز جی رہی ہے اور کیا چیز مٹ رہی ہے

سنت الٰہی یہ رہی ہے کہ اللہ رب العزت فکروں کے مطابق فیصلے صادر فرماتے ہیں جس کی تصدیق انما الاعمال النیات اور نیت المومن خیر من عمله سے

بھی ہوتی ہے اگر کوئی شخص مجلس علمی کی فکری پنہائیوں کو جانچنا چاہتا ہے تو اس کو سب سے پہلے مقصد تخلیق کائنات اور مقصد تخلیق آدم کے منصوبۂ الٰہی کو قرآن کی روشنی میں سمجھنا ہوگا۔ پورے قرآن اور تمام احادیث کے مجموعوں کو ملا کر جو بات آخر پر منقح ہوتی ہے اس کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ اللہ ایک جنتی معاشرہ بسانا چاہتا ہے اور ایسے پاک معاشرے کی جانچ پرکھ کے لیے اللہ نے اس دنیا کو بحیثیت امتحان گاہ وجود بخشا ہے۔ ہم سب اس امتحان گاہ میں ایک جاری سفر پر رواں دواں ہیں اور اللہ کے غیبی نظام کے تحت ہماری ساری ریکارڈنگ ہو رہی ہے جس کے اظہار کے بعد کامیابی کی صورت میں یا تو دائمی جنت ملنے والی ہے یا ناکامی کی صورت میں جہنم کے ڈسٹ بین یعنی ردی کی ٹوکری میں پھینکا جائے گا۔ یہ کامیابی اور ناکامی عارضی بنیادوں پر نہیں ہوگی بلکہ دائمی اور حتمی بنیادوں پر ہوگی۔ جن لوگوں پر اللہ نے اس حقیقت کو کھولا ہے ان کی راتیں بے چینی کے عالم میں کروٹ بدلنے والی راتیں ہوتی ہیں اور دن غم واندوہ میں گزرنے والے اوقات ہوتے ہیں۔ دنیا کی رنگینیاں اُن کے لیے کسی کشش کا باعث نہیں بنتی ہیں اور دنیا کے عہدے اور ڈگریوں کو دیکھ کر اُن کی رال نہیں ٹپکتی ہے۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اس ناچیز کا تعلق بچپن سے ہی معروف دینی جماعتوں اور تبلیغی تحریکوں کے ساتھ رہا۔ احقر اس وقت قمری سنہ کے اعتبار سے پچھتر سال کی عمر سے تجاوز کر چکا ہے اور پوری زندگی میں احقر کا تعلق کسی ماڈرن سیاسی جماعت کے ساتھ نہیں رہا ہے۔ اپنے وسیع مشاہدے کی بنیاد پر مجھے دو باتوں کا تجربہ ہوا ایک یہ کہ کسی تحریک نے سیاسی اچھل کود میں بہت ہی عجلت سے کام لیا اور کوئی

سیاسی انقلاب برپا کرنے کے لیے زوردار تقریریں کی اور اپنی ذہنی سوچ کے مطابق معاشرے کو اس کے لیے تیار سمجھا اور خود ہی فرض کر لیا کہ معاشرہ چونکہ تیار ہے اب ہمیں صرف چند نعرے لگانے ہیں اور پھر ان نعروں کا جواب ہمیں انشاء اللہ مثبت انداز میں ملے گا اور پھر قوم کا بیڑا پار ہو جائے گا۔ بظاہر یہ ایک اچھا خواب تھا۔ اور اس میں خیر خواہی نظر آتی تھی لیکن حالات و واقعات نے ثابت کر دیا کہ۔

کشتِ اول چون نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

یعنی کسی تعمیر کے آغاز میں ہی اگر کوئی اینٹ ٹیڑھی رکھی جائے تو ثریا یعنی آسمان کی انتہائی بلندیوں تک وہ دیوار ٹیڑھی ہی بنتی چلی جاتی ہے۔ کسی معاشرے کو اسلامی بنانے کے لیے متمنی ہونا کوئی بُری بات نہیں ہے، لیکن اس کے لیے ہمیں لازماً وہی طریقۂ کار اختیار کرنا پڑے گا جو حضرات انبیاء کرام نے اختیار فرمایا۔ اسلامی تاریخ کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہو جاتا ہے کہ انبیاء کرام نے پہلی اہمیت دعوت کو دے دی۔ اور پھر اگر معاشرہ اسلامی خطوط پر چلنے کے لیے از خود آمادہ ہوا تو اسلامی معاشرہ وجود میں آ گیا اور اگر معاشرہ تیار نہ ہوا کیوں کہ ہدایت کا تعلق اللہ رب العزت کی ذات سے جڑا ہوا ہے اللہ جس بندے کو چاہتا ہدایت سے نوازتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ لہٰذا جو معاشرے کے اندر قبولیت ہدایت کی استعداد نہ ہو وہ حضور ﷺ کی دعوت کے باوجود ابو جہل اور ابولہب بن کر ہی اپنی زندگی گذارتے ہیں۔ اور جس کے اندر قبولیت ہدایت کی استعداد ہوتی ہے تو وہ بصرہ، حبش اور روم سے

کھینچ کھینچ کر آ کر دعوت کے ساتھ جڑتے ہیں اور پھر اسلامی معاشرے کے کل پُرزے بن جاتے ہیں ۔قرنِ اوّل کو دورِ اسلامی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے لیکن اسلامی معاشرہ وجود میں آنے کے باوجود حضرت عمرؓ جیسے عدل فاروقی کے دور میں اُن کو ہی شہید کیا جاتا ہے جو ایک بُری بات تھی ۔حضرت عثمانؓ کے دور میں اُن ہی کو شہید کیا جاتا ہے جو ایک نازیبا بات تھی ۔حضرت علیؓ کے دور میں اُن ہی کو شہید کیا جاتا ہے جو ایک بدنما داغ ہے۔حضرت حسنؓ کو زہر دے کر شہید کیا جاتا ہے۔حضرت امام حسینؓ کے بدنِ مبارک کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاتے ہیں ۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ثانی کے دور میں اُن کو زہر دے دیا جاتا ہے۔خلاصہ ان سب باتوں کا یہ ہے کہ دور اسلام میں بھی تمام بُرائیوں کا قلع وقمع کرنا ممکن نہیں ہو جاتا ہے۔لیکن معاشرہ چونکہ عمومی طور پر صالح بنیادوں پر تعمیر ہوا ہوتا ہے تو عام طور پر اسی عمومی دینی فکر و صالح تربیت کے تحت خیر کی شکلیں وجود میں آتی ہیں اور اس حدیث کی روشنی میں جس میں فرمایا گیا ہے کہ کما تکونون یؤمر علیکم ۔یعنی جیسے تم ہونگے ویسے ہی حکمران آپ پر مسلط کئے جائیں گے۔اللہ اپنے بندوں کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرماتا ہے۔

دوسری بات جس کا اس طویل مدت میں مجھے تجربہ ہوا وہ یہ ہے ایک اسلامی معاشرے میں شخصیات کو علم دین کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے اور پسند کیا جاتا ہے خواہ ایسی شخصیات سے عمر بھر بھی کوئی کشف یا کرامت صادر نہ ہو جائے لیکن ہمارے رواجی معاشرہ میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔وہاں بصیرت کی آنکھیں بند کر کے عقیدت پر زور دیا جاتا ہے اور اگر پیرِ مغاں جانماز کو شراب سے دھونے کا حکم بھی صادر فرمائے تو اسی پر

عمل کیا جاتا ہے۔حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک بوڑھی عورت نے برسر اجلاس تعین مہر کے معاملے میں اختلاف کیا۔ اور اس عورت کی جرأت کو عین اسلامی اور مستحسن سمجھا گیا۔اور اسی واقعہ کو تاریخ اسلام میں بڑے فخر اور امتیاز کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے اور حضرت عمرؓ نے بعد میں اس اعتراض کو وسعت قلبی کے ساتھ قبول فرمایا۔

کئی ایسے امور ہیں جن کی آڑ میں شریعت میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے مثلاً

بے سجادہ کن رنگین گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

پیر مغان کے کہنے پر شراب سے جاہ نماز کو دھونے کی تشریح مجازی معنی میں لی جاتی ہے حالانکہ عارفین کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پیر مغان یعنی شریعت کے رموز سے باخبر مصلح تمہیں کوئی ایسا حکم دے جس کی باریکی کی تہہ تک تمہاری نظر نہیں جاتی ہے تو ایسے پیر مغاں مے فروش یعنی عمر رسیدہ رہنما کی معرفت سے پُر باتوں کو دل و جان سے مان لو کیوں کہ ایسا سالک راستے کی منزلوں کی راہ و رسم سے بے خبر نہیں ہوتا ہے۔ دو تین تاریخی واقعات سے اس مضمون کو آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور کی وفات کے بعد اکثر اصحاب کی رائے کے برعکس مانعین زکواۃ کے ساتھ جہاد کیا جس کے بعد میں مثبت نتائج برآمد ہوئے۔ آیت الیوم اکملت کے نازل ہونے کے موقعہ پر یہی ابوبکرؓ رونے لگے ۔جبکہ تمام صحابہ خوش ہو رہے تھے۔لیکن حضرت ابوبکرؓ کو اس میں حضورﷺ کی رحلت

کی خبر نظر آئی۔حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے وقت کے اکثر علماء کے برعکس فتنۂ خلق قرآن میں عزیمت کا راستہ اختیار کیا اور قرآن کو مخلوق ماننے سے انکار کیا۔جس کی وجہ سے آگے چل کرامت ایک بڑے فتنے سے محفوظ ہوگئی ان اشعار سے عارفین کے اقوال کی تشریح کے لیے حکمت تھانویؒ کو اپنانے کی ضرورت ہے جس کے تحت انہوں نے اپنی معروف کتاب التکشف عن الروح تصوف میں ان باتوں کو نہایت ہی دل نشین انداز میں سمجھایا ہے۔مطلب یہ کہ شریعت کے دامن کو کبھی نہیں چھوڑنا چاہئے ۔اور تصوف کے نام پر اپنا کاروبار چمکانے والوں کے جال میں کبھی نہیں پھنسنا چاہئے۔

علامہ اقبالؒ نے ان ہی حالات کے پیش نظر یہ شعر رقم طراز کیا ہے ؎

خداوندا تیرے یہ سادہ لوح بندے کدھر جائیں
ہے درویشی بھی مکاری ہے سلطانی بھی عیاری

اس وقت مختلف مکاتب فکر اپنی اپنی سوچ کے مطابق کسی نہ کسی درجے میں خدمت دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں لیکن باہمی کشاکش نے ہماری وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے اس کا واحد علاج علم کی روشنی میں ہی چھپا ہوا ہے جس کے لیے تن آسانی کو چھٹی کرنی پڑے گی اور علمی مجالس کو زینت بخشنی ہوگی ۔اہل تصوف کی ایسی باتیں جو ہماری سمجھ سے باہر ہیں ان کے متعلق خاموشی اختیار کر کے شریعت کے سیدھے سادھے طریقے کو اپنانا ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لیے دین و دنیا کی کامیابی چھپا کر رکھی ہے احقر کی تحقیق کے مطابق ماضی بعید میں حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ نے مثنوی شریف لکھ کر امت کی راہبری کا بڑا سامان مہیا فرمایا ہے اور ماضی قریب میں مولانا

عبدالحق حقانی، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے علم کا کافی ذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑا ہے جس میں ایک محتاط انداز سے اہل سنت والجماعت کے مسلک کی صحیح راہبری وراہنمائی فرمائی گئی ہے مجلس علمی نے ان ہی بزرگوں کے علوم کو اپنا راہِ عمل بنایا ہے اور اِن کے علوم کو آسان زبان میں شائع کرنے کا عزم بالجزم کیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں عصری اور سائنسی سہولیات کو کام میں لا کر اس مشن کو عامۃ المسلمین میں ہر دلعزیز بنانے کے لیے حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام اسلامی علوم کا بنیادی منبع قرآن وحدیث ہے لیکن اسی قرآن وحدیث میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آیات کی تشریح وتوضیح کے معاملے میں سوادِ اعظم کا اتباع کیا جانا چاہیے۔ سوادِ اعظم کے اجماع کو ہی فقہی انداز میں اجماعِ امت کا نام دیا گیا ہے اور قرآن وحدیث کی اجازت سے حضرات فقہاء کا یہ اجماع بھی شریعت کی ایک مضبوط بنیاد ہے۔ کبھی کوئی نیا، انوکھا یا عجیب قسم کا معاملہ پیش آتا ہے جس میں ابھی امت کا اجماع نہیں ہوا ہوتا ہے وہاں پر اہل سنت والجماعت سے منسلک کسی مجتہد کی رائے پر بھی عمل کی جاسکتی ہے اور جب آہستہ آہستہ کسی شرعی مسئلے میں اکثر علماء اتفاق کریں گے تو وہاں پر اس مسئلہ میں بھی عمل کرنا لازم بن جاتا ہے۔ یہی اہل سنت والجماعت کا طریقہ ہے جس کے اپنانے میں ہمارے دین ودنیا کی کامیابی چھپی ہوئی ہے۔ ہماری مجلس علمی نے دین وشریعت کی کوئی نئی تشریح کرنے کا بیڑا نہیں اُٹھا رکھا ہے بلکہ ثِقاہت رکھنے والے علماء کی خوشہ چین ہے۔ اور ہماری عمومی مجالس کا بنیادی موضوع دین کے وہی پانچ بنیادی شعبے ہیں جن کو امام

غزالی نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔اور جن کی مختصر تفصیل اس طرح ہے(۱)ایمانیات(۲)عبادات(۳)معاملات(۴)معاشرت(۵)اخلاق۔

اس کے علاوہ عصری اسلوب میں ضرورت کے تحت مختلف قسم کے رسائل مرتب کرنا،علمی سیمیناروں کا انعقاد کرنا،مجالس دینیہ کا اہتمام کرنا اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ تمام کام محض اللہ کی رضا جوئی کے واسطے کرنا اور امت کو متحرک اور فعال بنانے کی محنت کرنا غرض یہی وہ اُمور ہیں جن کی انجام دہی کے لیے یہ مجلس قائم کی گئی ہے۔ اللہ پوری امت کو اس محنت کے ساتھ جڑنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

آج کی اس نشست کے متعلق چند ضروری باتیں

اس دارِ ملاقات میں آج کی نشست کے بعد ہم نے سلسلہ وار نشستوں کا پروگرام بنایا ہے۔جس میں علماء کے خطابات بھی ہوں گے۔طلباء کے اجتماعات بھی ہوں گے۔مرد وخواتین کی الگ الگ دینی مجلسیں بھی ہوں گی اور اِحیائے دین کے متعلق باہمی مشورے بھی ہونگے ۔امت کے مختلف طبقے آتے رہیں گے اور باہمی ملاقاتوں کا ایک سلسلہ وار طریقہ عمل میں لایا جائے گا اور باہمی مذاکروں کے ذریعے تعلیم وتربیت کا نبوی طریقہ اُسی طرح شروع کیا جائے گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ابتداءِ اسلام میں دارِ ارقم میں شروع فرمایا تھا۔

دارِ ارقم

یہ دارِ ارقم کس جگہ تھا اور اس میں حضور ﷺ اور صحابہؓ کیا کرتے تھے۔لکھا ہے کہ ایک صحابی جن کا نام ارقم بن ابی الارقم تھا اسلام قبول کرنے والوں میں بارہویں

شخص تھے۔اُن کا مکان مکہ میں صفا پہاڑی کے دامن میں تھا۔اُن کے اسلام کے بعد حضورﷺ اور جو حضرات ایمان لائے تھے وہیں اکثر جمع ہوتے۔وہیں تعلیم ہوتی اور جس کو اسلام قبول کرنا ہوتا وہیں جا کر مسلمان ہوتا۔وہیں مسلمانوں کی آپس میں ملاقات ہوتی اسی لیے اس جگہ کو دارالملاقات کہتے چنانچہ حضرت عمار بن یاسرؓ اورصہیب بن سنانؓ بھی وہیں جا کر بیک وقت مسلمان ہوئے ۔اسکے بعد جب مسلمانوں کی تعداد آہستہ آہستہ بڑھتی چلی گئی تو پھر علی الاعلان دعوت کا سلسلہ شروع ہوا ۔بزرگو اور دوستو!اس وقت مسلمانوں کی زبوں حالی کی ایک خاص وجہ باہمی ملاقاتوں کا انقطاع ہے۔جب کہ باہمی ملاقاتوں کے فضائل کثرت سے حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔اورحضرات صحابہؓ محض دینی ملاقات کی غرض سے ایک ملک سے دوسرے ملک تک سفر کرتے تھے اور اس بے غرض اور بے لوث ملاقات کے بعد سیدھے اپنے گھروں کو جاتے تھے۔جس کی تفصیل سیرتِ صحابہؓ میں مفصل طور موجود ہے۔اس دار ملاقات میں ہمارا ملنا جلنا محض دین کی خاطر ہوگا۔اللہ کی ذات سے امید ہے کہ یہ باہمی ملاقاتیں رنگ لائیں گی حضرت ارقمؓ کے گھر پر صحابہ کرامؓ کے باہمی ملاقاتوں کا انعقاد قیامت تک ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔اسی تناظر میں ہم نے اس جگہ کا نام دارِملاقات رکھا ہے۔اللہ اس دار ملاقات کو قیامت تک آباد رکھے اور ہماری اس فکر کو پورے عالم میں پھیلائے۔آپ سبھی حضرات اس طرز فکر و دعوت کو اپنے اپنے علاقوں میں شروع کرنے کا عزم کریں۔سچ فرمایا ہے ؎

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو

تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

لیکن اس ساری تگ و دو کا واحد مقصد اللہ کی رضا اور زندگی بعد الموت کی دائمی کامیابی ہونا چاہئے۔ دنیا کی کسی غرض کو اس پاک منصوبے کے ساتھ مخلوط نہیں کرنا چاہئے جس کی برکت سے یہ دنیا بھی آپ کے پیر تلے آجائے گی ؎

دوستاں را کجا کنی محروم

تو کہ با دشمناں نظر داری

ترجمہ:۔اے اللہ تو اپنے دوستوں کو کیسے محروم کرے گا۔ جبکہ تو دشمنوں پر بھی نظرِ کرم رکھتا ہے۔ آخر پر یہ ناچیز اللہ رب العزت کی پاک بارگاہ میں دست بدعا ہے کہ اللہ ہم سب کو دین کی خاطر مخلصانہ طور شرف قبولیت سے نواز دے آمین یارب العالمین۔

آسیؔ غلام نبی وانی فتحگڈھ

تاریخ: 01-08-2021

مؤسس مجلس علمی جموں وکشمیر

مقالہ نمبر (۱)

(از) حضرت مفتی محمد اسحٰق نازکی قاسمی

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِيَدِهٖ تَصْرِيْفُ الْاَحْوَالِ وَ تَغْيِيْرُ الْاَهْوَالِ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اْلاَتَّمَانِ اْلاَكْمَلَانِ عَلٰى سَيِّدِ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ سَيِّدِ المحمد خير الانام الذی قال بعثت انا والساعة كهاتين .و قال مرو بالمعروف وانهوا عن المنكر .و الذی بعثت مبشراً و نذيراً و داعياً الیٰ الله و سراجاً منيراً وعلیٰ آلهٖ الطيبين و اصحابهٖ الطاهرين الذين بلغوا الدين .فبزنوا انفسهم و اموالهم حتیٰ اتاهم اليقين وعلیٰ من تبعهم باثارهم يعلهم من كرام .

(۲) تمہید

آج کل ہر چار جانب ہر جگہ بلکہ ہر لمحہ اور ہر صبح و شام فتنوں کی برسات ہے ۔ایک فتنے کی سرکوبی کیا ہوئی کہ دسیوں فتنوں نے سر اٹھایا ۔اسطرح فتنوں کی کوکھ سے نئے نئے فتنے بکثرت جنم لے رہے ہیں کہ ہر کہ ومہ، ہر مرد وزن، ہر شریف ورزیل، ہر مسلم وغیر مسلم اور ہر عربی وعجمی اپنے اپنے اعتبار سے ان مختلف النوع فتنوں میں مبتلا ہے یہ الگ بات ہے کہ

بہت سارے لوگوں کو اس کا احساس وادراک نہیں ہوتا ہے ۔حتیٰ کہ امن و امان کی جگہیں ،عبادات و ریاضات کے مقامات اور تعمیرِ سیرت و انسانیت کے مراکز یعنی مدارس و جامعات ،مساجد و خانقاہیں اور عصری درسگاہیں بھی ان نت نئے فتنوں سے محفوظ نہیں ہیں اس گھمبیر ماحول میں مجلس علمی بارہمولہ سے وابستہ اصحاب علم و دانش بصمیم قلب ہماری طرف سے شکریہ کے بجا طور پر بلا کسی ادنیٰ تکلف و تصنع کے مستحق ہیں کہ انہوں نے عنوان بالا کا احساس دلا کر روشنی کا ایک چراغ جلانے کی سعی کی اگر چہ ہوا تیز ہے مگر ہمیں امید ہے کہ یہ قندیل بیابانی روشن رہے گی ۔اس طرح انہوں نے اصحاب علم و دانش کو یہاں جمع کرانے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے ۔**فجزاھم الله خیر الجزاء** باوصف اس کے انہیں اپنے عاصیؔ ہونے کا بھی بخوبی اعتراف ہے تو اسی تواضع کی کوکھ سے آسیؔ کو [اُمید کی کرن دکھائی دینے لگی] بن گئے اور آسیؔ [جناب ماسٹر الحاج غلام نبی وانی المتخلص آسیؔ] نے یاس کے اس ماحول کو قدرے آس سے بدل دیا ہے ۔**وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذَالِکَ** ۔

مانا کہ اس زمین کو گلزار نہ کر سکے ہم
کچھ خار کم تو کر گئے گزرے جدھر سے ہم (ساحرؔ لدھیانوی)

اس وقت کی یہ قیمتی محفل قدیم صالح [حاملین علوم دین یعنی علمائے کرام] اور جدید نافع [حاملین فنون عصریہ یعنی دین پسند دانشوروں] کا ایک حسین سنگم

ہے جو ایک دلفریب منظر پیش کر رہی ہے۔ خدا کرے کہ اس قسم کی محفلیں اس ستم رسیدہ وادی کے مختلف صدر مقامات پر سال بھر مختلف النوع عناوین کے تحت وقتاً فوقتاً منعقد ہوتی رہیں تاکہ ان دو طبقوں کے درمیان جو مصنوعی بُعد ہے وہ قرب سے بدل جائے دونوں ایک دوسرے سے افادہ واستفادہ کی راہ پائیں ۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق (اقبالؒ)

امت مسلمہ کو بالخصوص اور انسانیت کو بالعموم تعمیر اخلاق اور تزکیہ نفوس کے حوالے سے رہنمائی ملے۔ دین و دعوت اور علم واصلاح کی لائن سے انہیں نقوش پا ملے اور وہ نشان منزل پاکر منزل مقصود سے ہمکنار ہوں ۔بعید نہیں کہ بہت حد تک فتنوں کا سد باب ہو یا کم از کم فتنوں کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں میں کہیں وہ بھٹک نہ جائیں ۔

بلا سے کروٹ نہ لیں اندھیرے، بلا سے پروا کرے نہ آندھی
مگر میرا فرض منصبی ہے چراغ پیہم جلائے جانا
(علامہ عامر عثمانیؒ)

وما ذالک علی اللہ بعزیز

(۳) فتنہ کی لغوی و قرآنی تعریف:

لفظ ''فتنہ'' خالص عربی زبان کا ہے مگر موقعہ اور محل کے اعتبار سے یہ مختلف المعانی رکھتا ہے۔ یہ ''اسم مذکر'' ہے۔ کشمیری، اردو اور فارسی تینوں زبانوں میں یکساں طور پر یہ لفظ بولا جاتا ہے، لکھا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ عام طور پر یہ لفظ لڑائی جھگڑا، ہنگامہ، سرکشی، بغاوت، بلوہ، آزمائش، گمراہی اور مال و دولت اور اولاد نیز بیوی کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ دیکھئے جامع فیروز اللغات ف ت ن کے تحت] ادھر عربی زبان اور قرانی و نبوی اصطلاح میں بھی قریب قریب ان ہی مفاہیم و معانی کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ فَتَنَ يَفْتِنُ ضَرَبَ يَضْرِبُ سے فَتْناً وَ فُتُوناً۔ مصدر۔ اَلْمَعْدِنُ یعنی جانچنے اور پرکھنے کے لیے کسی چیز کو آگ میں پگھلانا کہا جاتا ہے۔ فَتَنَتْهُ النَّارُ یعنی آگ نے اسے پگھلا دیا (دیکھئے المعجم الوسیط ف ت کے تحت ایسے ہی المنجد میں ملخصاً)

فَتَنَ فُلاناً مذہب یا رائے سے یا عقیدے سے ہٹانے کے لیے تکلیف دینا، ایذا رسانی کرنا جیسا کہ قران کریم (زَادَهُ اللّٰهُ شَرَافَةً) میں ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ [پ:۳۰، البروج۔۱۰] (یعنی) جن لوگوں نے اہل ایمان کو حق و صداقت کا دامن چھوڑنے کے لیے خوب ستایا ہے اور دین حق چھڑانے کے لئے انہیں سخت تکلیفیں پہونچائی ہیں اور وہ اس جرم عظیم سے توبہ

کیے بغیر اس دنیا سے چلے گئے ہیں تو ان کے جہنم کی سزا مقرر ہے اور دیکتی ہوئی آگ کا عذاب طے ہے۔ [العیاذ باللہ]

فتنہ بمعنی آزمائش کے لیے سختی میں ڈالنا جیسا کہ قرآن کریم [زَادَہُ اللّٰہُ کَرَامَۃً] میں ہے اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ. [پ۱۱ التوبۃ۔۱۲۶] یعنی کیا یہ نافرمان لوگ یہ نہیں دیکھتے ہیں؟ کیا یہ سمجھتے نہیں ہیں؟ پھر عبرت و نصیحت نہیں پکڑتے ہیں؟ کہ انہیں ہر سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ بطور آزمائش کے سختیوں میں ڈالا جاتا ہے کبھی قحط کبھی زلزلہ کبھی عام بیماری کبھی سیلاب کبھی گرج و کڑک سے ہلاکتیں وغیرہا پھر بھی وہ نہ تو توبہ کرتے ہیں کہ گڑگڑا کر اللہ سے معافی مانگتے اور اپنی ندامت کا اظہار کرتے اس طرح وہ سدھر جاتے اور ان فتنوں سے بھی انہیں نجات ملتی۔ کبھی یہ لفظ ''گرویدہ'' بنانے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً فَتَنَہٗ بِہٖ /فَتَنَہٗ فِیْہِ۔ الشَّیْئُ. اسی مفہوم میں قرآن و حدیث میں فِتْنَۃُ الْمَالِ ،فِتْنَۃُ الْاَوْلَادِ اور فِتْنَۃُ النِّسَآءِ آیا ہے جیسا کہ قرآنِ کریم [زَادَہُ اللّٰہُ شَرَافَۃً] میں آیا ہے اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃ [پ ۲۸، التغابن: ۱۵] فِتْنَۃُ النِّسَآءِ کو حدیث شریف میں ۔اَضَرُّ ۔یعنی مردوں کے حق میں سب سے زیادہ ضرر رساں بتایا گیا ہے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ ۔ فَتَنَ فُلَانًا عَنِ الشَّیْئِ ۔یعنی کسی کو کسی کام سے ہٹانا ،باز رکھنا۔قرانِ کریم [زَادَہُ اللّٰہُ کَرَامَۃً] میں ہے وَاحْذَرْھُمْ اَنْ

يَّفْتِنُوْکَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْکَ [پارہ ٦ : المائدۃ:۴۹]۔
''فتنہ'' بمعنی فریفتگی، پسندیدگی، دیوانگی اور بے اطمینانی و پریشانی آتا ہے جیسا کہ قرآن کریم [زَادَهُ اللّٰهُ شَرَافَةً] میں ہے۔ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۔[پارہ ۲۶ :الذاریات:۱۴] یعنی چکھ لو مزہ اب اس فتنہ پروری کا، دنیا کی فریفتگی کا، اس پر پسندیدگی کا کہ عذاب آخرت کو مول لیا دنیا کے بدلے میں۔ ''فتنہ'' بمعنی گمراہی آتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم [زَادَهُ اللّٰهُ شَرَافَةً] میں آیا ہے۔ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِکَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۔[پارہ :٦ المائدۃ:۴۱] اسی سے فِتْنَةُ الصُّدُوْرِ وَ الْقُلُوْبِ ہے بمعنی وساوس شیطانیہ، خیالات فاسدہ، افکار کاسدہ اور عقائد واہیہ۔ الغرض قرآنی مفاہیم کی احادیث نبویہ نے جگہ جگہ وضاحت کی ہے ؎

دل کا رونا ہے دل کا غم ہے
اب تو ہر ہر سانس نوحۂ غم ہے [جو ملیح آبادی]

(۴) اہمیت باب:

کتب احادیث شریفہ میں فتن کے حوالے سے ہمیں بے شمار روایتیں ملتی ہیں اسطرح صاحب معجزات باہرہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے قدم بقدم ہر ہر فتنے سے امت کو خبردار فرمایا ہے۔ ان سے بچنے کی ہدایات بھی دی ہیں۔ اسطرح اس شفیق و رفیق حکیم حاذق نے امت کو مرض بھی بتایا ہے علاج بھی اور دوا بھی۔ اس تشخیص مرض و تجویز ادویہ کا اکابر علمائے اسلام

نے بہت ہی اہتمام کیا ہے چنانچہ کہیں **ابواب الفتن**، کہیں **باب اشراط الساعة**، کہیں **علامات الساعة** اور کہیں **کتاب الملاحم** کے عنوان کے تحت ان نبوی ارشادات کو بڑی حسین ترتیب وتہذیب کے ساتھ انہوں نے جمع کیا ہے۔ **فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالیٰ خَیْرَ الْجَزَآءِ**۔ سیرت نگار علمائے اسلام نے اس عنوان کو حضرت نبی اکرم ﷺ کے علمی معجزات میں شمار کیا ہے۔ اس عنوان پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں چنانچہ حضرت علامہ ابوبکر الجزائریؒ نے **اللقطات فی بعض ما ظهر للساعة من العلامات**۔ حضرت علامہ محمد البرزنجیؒ نے **الاشاعة لاشراط الساعة** اور حضرت علامہ ابن الجوزیؒ **اشراط الساعة** کے نام سے ان نبوی ہدایات کو جمع کیا ہے۔ ادھر ہمارے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے ''معرکہ ایمان و مادیت'' کے نام سے جو کتاب مرتب فرمائی ہیں وہ اس حوالے سے از حد مفید ہر خاص وعام ہے۔ نیز حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ شہید ناموس ختم نبوت نے ایک کتاب ۔''عصر حاضر حدیث نبوی کے آئینے میں''۔ کے نام سے لکھی ہے جو بمصداق ''بقامت کہتر بقیمت بہتر ہے''، یعنی آسان زبان میں ان فتنوں کے حوالے سے لکھی ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ صاحب مفتاحی نے اس کی تشریح و تخریج کر کے جہاں اس کتاب کے ظاہری ومعنوی حسن و جمال کو چار چاند لگایا ہے وہاں حکایات وامثلہ سے اس کی افادیت کو خوب نکھارا ہے ۔شَکَرَ

اللّٰہُ مَسَاعِیَھُمُ الْجَمِیْلَۃَ۔ ے

شام ہوتے ہی اپنے چراغوں کو بجھا دیتا ہوں میں
اک دل ہی کافی ہے تیری یاد میں جلنے کے لیے

(۵) اقسام فتن:

جس طرح لفظ ''فتنہ'' کثیر المعانی والمفاہیم ہے،اسی طرح اس کے اندر کافی انواع واقسام بھی سموئے ہوئے ہیں۔مثلاً داخلی فتنے یعنی عقائد واعمال کے حوالے سے فتنے،بالفاظ دیگر روحانی وقلبی فتنے جو سب سے زیادہ پرخطر ہیں اور انسان کی ہلاکت و بربادی کے لیے کافی ہیں۔مثلاً کفر وشرک،زندیقیت والحاد،دنیا پرستی ،،جاہ طلبی،زر پسندی،آخرت فراموشی وغیرہا۔اور مثلاً خارجی فتنے یعنی گھریلو فتنے،معاشی ومعاشرتی،تمدنی وثقافتی،تہذیبی وسیاسی فتنے پھر علاقائی و ریاستی اورملکی و عالمی فتنے،عرضی وفلکی،جانی و مالی فتنے،حوادث ونوازل،زلازل وامراض،خشک سالی وقحط سالی۔گرانی غلہ جات،سیلاب و آندھیاں،سمندری طوفان اور دریاؤں کی طغیانی وغیرہا۔اس طرح ان فتنوں کے عالم گیر اثرات اس وقت ہمارے سامنے ہیں ساری انسانی معاشرت انجانی وحشت ودہشت اور ڈر وخوف میں مبتلا ہے اور چاروں طرف نامعلوم خطرات کے بادل امنڈتے دکھائی دیتے ہیں۔**الامان الحفیظ۔اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک و عافنا من بلائک قبل ذالک۔** آمین

(٦)اس عنوان میں آخر نبوی حکمت عملی کیا ہے؟

قرآن کریم[زَادَهُ اللّٰهُ شَرَافَةً] میں تبلیغ نبوت کے حوالے سے بتایا گیا ہے یَا اَیُّهَاالرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ [پارہ:٦المائدۃ:٦٧] یعنی اے میرے نبی! جو کچھ آپ کی جانب بصورت وحی نازل کیا گیا ہے اس کو آپ من وعن امت تک پہنچادیجئے یہ وحی الہٰی وحی جلی بصورت قرآن کریم ہے یا وحی خفی بصورت حدیث شریف ہے۔تبلیغ نبوت کی تکمیل کا اعلان و اقرار حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زائد فرزندان توحید حضرات صحابہؓ۔کرام رضی اللہ عنہم اجمعین۔کے سامنے کیا گیا ہے۔اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ۔ (سنن ابن ماجہ)۔اے اھل ایمان!بتاؤ تو سہی کیا میں نے تم تک مکمل دین پہنچایا یا نہیں؟ تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بلیٰ کہہ کر اس کی بھرپور تائید کی تو حضرت نبی اکرم ﷺ نے یہ درافشان فرمائی۔اَللّٰهُمَّ اِشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اِشْهَدْ۔اے اللہ!میرے دعویٰ کا اوران صحابہؓ کی اس تائید کا گواہ رہنا ،گواہ رہنا کیا یہ ممکن تھا کہ آنے والے فتنوں کے حوالے سے امت کو بے خبر رکھا جاتا؟ کیا والدین کی یہ شفقت گوارا کرسکتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو یقینی خطرات سے باخبر نہ کرے،نہیں ہرگز نہیں!حالانکہ یہ شفقت نبویؐ کا ایک فی صد حصہ ہے۔ادھر منصب نبوت کے حوالے سے یہ گہرافشانی کی گئی ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی[پ٢٧:النجم:۴]یعنی ہمارے یہ عظمت والے پیغمبر اپنی ذاتی خواہش سے کچھ بھی نہیں کہتے ہیں

بس وہی کچھ کہتے ہیں جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے لہٰذا فتنوں کے حوالے سے یہ پیشین گوئیاں وحی خفی کی روشنی میں کی گئی ہیں۔اسی مقام نبوت کو کسی فارسی شاعر نے یوں واضح کیا ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

الغرض امت کو ان فتنوں سے باخبر رکھنا، بحد استطاعت ان سے بچنا اور دوسروں کو بچانا ہے ۔جو آپ ﷺ کی صداقت نبوتِ کُبریٰ اور حقانیتِ رسالتِ عُظمیٰ پر بہت بڑی علمی و عقلی اور مشاہدات پر مبنی دلیل و برہان ہے۔جَزَی اللّٰهُ عَنَّا سَیِّدِنَا مُحَمَّدًامَّا هُوَ اَهْلَهٗ۔یہ پہلی حکمت ہے۔

جب کسی راہ رو یا راہِ حیات کے راہی یا مسافر کو کہیں بھی لٹنے کا یا ہلاکت کا یا کسی طرح کے نقصان پہونچنے کا احساس ہوگا تو وہ لازمی طور پر اسے بچنے کی بھرپور کوشش کرے گا۔ان فتنوں کے حوالے سے خود بچنا، دوسری حکمت ہے۔

چونکہ یہ قُربِ قیامت کی واضح نشانیاں ہیں اوراس کی تمہیدات ہیں تو ہر ایک مؤمن کو دنیا کی ناپائیداری کا اور آخرت کے دوام کا خوب استحضار رہے گا جس کے نتیجے میں وہ برابر اپنا احتساب کرتا رہے گا۔حب دنیا کے دلدل سے اور کراہیت موت کی جال سے نجات پانے کی کوشش کرے گا پھر اگر اس کی اجتماعی تذکیر و تعلیم ہوگی تو یقیناً معاشرے پر دعوت واصلاح اور

تعمیر سیرت و تزکیۂ اخلاق کے حوالے سے اس کے نمایاں اثرات پڑیں گے چنانچہ شیخ الاسلام حضرت علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

اَلْحِکْمَۃُ فِیْ تَقَدُّمِ الْاَشْرَاطِ اِیْقَاظُ الْغَافِلِیْنَ وَ حَثُّھُمْ عَلَی التَّوْبَۃِ

[فتح الباری ج ۱۱]

اس طرح یہ عنوان جہاں مسافر صحرا کے لیے حدی خوانی کا باعث ہوگا وہاں یہ عنوان غفلت پر بیداری کا کوڑا اور بار معاصی کے اٹھانے والوں کے لیے توبہ و استغفار کی کثرت کی وجہ سے اس کو ہلکا کرنے کا بھی قوی سبب ہوگا۔ یہ تیسری حکمت ہے۔

ادھر حضرت ختمی رسالت و نبوت ﷺ کی ذات والاصفات بنص قرآنی وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ [پ ۱۷: الانبیاء: ۱۰۷] یعنی آپ کی ذات سراپا رحمت ہی رحمت ہے ساری کائنات کے لیے تو اس رحمت کا طبعی و عقلی تقاضا بھی یہی تھا کہ مجسمِ رحمت و پیکرِ شفقت اپنی امت کو فتن کی سیاہ بادلوں، اس کی گھنگور گھٹاؤں، ہلاکت خیز موجوں اور طوفانِ بلا خیز آندھیوں سے خبردار کرے، یہ چوتھی حکمت ہے۔ جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَّا ھُوَ اَھْلَہٗ۔

ہم سبھوں کے لیے قرآنی نصیحت

حضرت اللہ جل مجدہٗ کا ارشاد ہے۔ وَاتَّقُوْا فِتْنَۃً لَا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا خَآصَّۃً مِنْکُمْ وَ اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ

الْعِقَاب[پ۹:الانفال:۲۵]

اے اھل ایمان! ڈرو اس فتنے سے اور بچو اس مصیبت سے اور اس قہر الٰہی و غضب خداوندی سے جو صرف ظالموں، باغیوں، سرکشوں پر ہی نہیں نازل ہوگا بلکہ اس عمومی آفت و مصیبت سے تم بھی نہیں بچ پاؤ گے اور اس بات کو گرہ میں باندھ لو اور خوب یاد رکھو کہ اللہ کی سزا بڑی سخت ہوتی ہے[العیاذ باللہ العظیم]

یاد رہے کہ عمومی آفات میں ہر نیک و بد اور ہر صالح و طالع سب مبتلا ہوتے ہیں جس طرح گیہوں کے ساتھ گھن بھی پسا جاتا ہے تاہم صالحین کے لیے یہ ابتلاء و آزمائش ہوتی ہے انہیں صبر و شکر کی وجہ سے گناہوں کی معافی اور آخرت میں رفع درجات کا سبب بنتی ہے جبکہ دوسروں کے لیے سزا اور عتاب ہوتی ہے اس طرح یہ لوگ **خَسِرُ الدُّنْیَا وَ الآخِرَةِ ذَالِکَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ**[پ۱۷:الحج:۱۱] کہ دنیا بھی گئی اور آخرت میں سزا سو وہ الگ رہی۔ اس سے بڑھ کر کیا بربادی اور گھاٹے کا سودا ہوسکتا ہے۔ جبکہ صالحین کی اگر دنیا گئی مگر آخرت تو ملی وہ تو اس کے مصداق ہوتے ہیں ؎

زندہ رہے تو غازی بن کر مرے تو شہید ہو کر

کووِڈ ۱۹ نے یہ سارا سبق ساری دنیا کو بخوبی سمجھا دیا ہے کہ چاروں طرف ایک انجانا سا خوف و ڈر، ہر لمحہ نامعلوم وحشت و دہشت اور ہر گھڑی بھیانک موت کا سا سایہ جیسا منڈلاتا رہا۔ انسان انسانوں سے دور، رشتہ دار

رشتہ داروں سے نفور، نہ کوئی آئے نہ کوئی کہیں جائے، بھرے بازار ویران ،گلیاں اور کوچے سنسان ،تفریح گاہ مثل شہر خموشان ،زندگی کی ساری چھل پہل ختم حکومتیں بے بس ،سائنس دان اور ماہرین طب عاجز و حیران ،معیشت برباد ،قبرستان اور شمشان گھاٹ آباد، ہر طرف چیخ و پکار جی ہاں جہاں شہنشاہیاں ہر وقت بجتی تھیں وہاں ہر گھڑی اب ماتم کے دھن بج رہے ہیں۔ ایک ہو کا علم تھا۔

تو بتائیے تو سہی کیا یہ ہم سبھوں کے لیے کافی و وافی نصیحت نہیں ہے۔ **فھل من مدکر ،فھل من مدکر** یہ تو حضرت اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے عذاب کا کوڑا تھا جو ساری دنیا پر برس رہا تھا ابھی بھی اس کے اثرات ختم نہیں ہو رہے ہیں۔

پس چہ باید کرد :

ان فتنوں میں بہت سارے فتنے وہ ہیں جو حضرت اللہ جل مجدہٗ کے تکوینی نظام کے تحت واقع ہو کر رہیں گے لہٰذا ان فتنوں کے آنے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی اس طرح یہ فتنے انسانی اختیار سے باہر ہیں ۔مثلاً خروج دجال ،ظہور یاجوج و ماجوج ،سورج کا بجائے مشرق کے جانب مغرب سے طلوع ہونا وغیرہا۔ کچھ ایسے فتنے ہوں گے کہ ان سے مادی خزانے کھل کر سامنے آئیں گے مگر انہیں لینے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ دریائے فرات سوکھ جائے گا اور اس میں

سونے کا خزانہ ظاہر ہوجائے گا لیکن تم اسے ہاتھ نہ لگانا۔ دجال کی فتنہ سامانیوں سے بچنے کے لیے نبوی وظیفہ یہ بتایا گیا ہے کہ جمعہ کے دن سورہ کہف کی ابتدائی تین آیتیں یا دس آیتیں یا مکمل سورہ شریفہ کی تلاوت اہتمام کے ساتھ کیا جائے (مفہوم حدیث شریف از سنن ترمذی اور صحیح مسلم) اور دیگر بہت سارے فتنے وہ ہیں کہ ان سے بچنا ہمارے اختیار میں ہے ان کی فہرست بہت طویل ہے یہاں صرف دو روایتیں نقل کرتا ہوں۔

(۱) حضرت امام طبرانی نے المعجم الاوسط جلد نمبر ۴ میں بروایت سیدنا حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل کیا ہے مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَلْفُحْشُ وَالتَّفَحُشُ وَ قَطِيْعَةُ الرَّحْمِ وَ تَخْوِيْنُ الْاَمِيْنَ وَ اِيْتِمَانُ الْخَائِنِ ۔یعنی قرب قیامت کی نشانیاں ہیں کہ بدکاری اور بدزبانی اور قطع رحمی یعنی آپسی رشتہ داری کو توڑنا یہ سب عام ہوگا ساتھ ہی ساتھ حقیقی معنوں میں امانت دار و دیانت دار انسان کو خائن سمجھا جائے گا اور جو حقیقت میں خائن ہوگا اس کو امانت دار سمجھا جائے گا۔

(۲) حضرت امام بیہقیؒ نے براویت سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دوسندوں کے ساتھ شعب الایمان جلد ۴ میں یہ حدیث شریف نقل کی ہے ۔اِذَا اِسْتَحَلَّتْ اُمَّتِىْ خَمْسًا فَعَلَيْهِمُ الدِّمَارُ ،اِذَا اظْهَرَ فِيْهِمُ التَّلَاعُنُ ،وَلَبِسُوْ الْحَرِيْرَ وَ التَّخُذُوْ االْقِيْنَاتِ وَ شَرِبُوْ الْخُمُوْرَ وَ

اکْتَفَی الرِّجَالُ بِالرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ بِالنِّسَآءِ ۔

یعنی جب مجموعی طور پر میری امت ان پانچ حرام کاموں کو اعتقاداً یا قولاً یا فعلاً حلال سمجھنے لگے گی تو ان پر تباہی نازل ہوگی اور اس تباہی و بربادی کی کوئی خاص صورت بتائی نہیں گئی ہے بلکہ عمومی صورت ہوسکتی ہے۔ مثلاً زلزلوں کی کثرت، وبائی امراض، معاشی بردباں، حادثات، سیلاب اور طوفان و غیرہا۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں:

۱۔جب ان کے درمیان لعنت کے الفاظ عام ہوں گے ۲۔مرد ریشمی لباس پہن لیں گے ۳۔ گانے بجانے اور ناچنے والی عورتیں رکھنے لگیں ۴۔ مختلف قسم کی شرابیں خوب پینے لگیں اور ۵۔مرد مرد سے اور عورت عورت سے جنسی ملاپ کر کے تسکین پانے پر ہی بس کریں گے [معاذاللہ]

ان دونوں احادیث مبارکہ میں جن حرام کاموں کے عام ہونے کی اطلاع دی گئی ہے ان سے بچنا اور بچانا بقدر استطاعت ہمارے اختیار میں ہے لہذا ان اسباب سے بھی بچنے بچانے کی کوشش کریں جن کی بنا پر یہ حرام کام بڑھتے اور پھیلتے ہیں اس طرح ہر کوئی اپنے حصے کا چراغ خود جلائے تو یقیناً روشنی تو ہوگی اور اندھیرا کم تو ہوجائے گا، مگر یہ بھی ذہن میں رہے جس کے ہم سب شاکی بھی ہیں اور اس میں ہم مبتلا بھی ہیں ؎

طفل میں بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی

دودھ تو ڈبے کا ہے اور تعلیم ہے سرکار کی (اکبر)

قرآنی ہدایات کی روشنی میں اگر ہم دعوتی اسلوب اپنائیں تو اس میں کامیابی کی زیادہ امید رکھی جاسکتی ہے اور بہت حد تک انفرادی طور پر ہی سہی فتن سے حفاظت ہوسکتی ہے چنانچہ قرآن کریم (زَادَہُ اللّٰہُ شَرَافَۃً) نے پہلے اپنے آپ کو جہنم کی سزا اور اللہ کی نافرمانی پر مرتب ہونے والے عذاب سے بچنے کا حکم دیا پھر اپنے متعلقین کو بچانے کی ہدایت دی ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا (پ۲۸: التحریم:۶) لہٰذا ہر کوئی خود اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو اصلاحِ عقائد کے ساتھ ساتھ نماز کا پابند بنادے۔ نماز سے تعمیر سیرت اور تزکیۂ اخلاق کی جوہری صلاحیت پیدا ہوتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ (پ۲۱: العنکبوت:۴۵) آپس میں سلام کو عام کریں نبوی ہدایت ہے اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ کیونکہ سلام اسلامی شعار ہے جس کا احیاء و اعلاء مطلوب شرعی ہے۔ اس کی شرکت سے انسان میں تواضع و انکساری، الفت و محبت اور اکرام و احترام جیسے اعلیٰ اخلاقی اقدار کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ جس سے تکبر و تجبر، منافرت و مباعدت اور توہین و تحقیر جیسے رزائل سے انسان کی تطہیر ہوتی ہے اور معاشرہ میں پائے جانے والے بہت سارے فتن سے حفاظت ہوتی ہے۔

مقدور بھر اپنی عورتوں میں پردے کا اہتمام رہے کہ بے پردگی فحش کی راہوں کو کھول دیتی ہیں۔ موبائل کے استعمال میں بہت ہی محتاط رہیں کہ

عصرِ حاضر میں سب سے زیادہ تمام طرح کے فتن کو جنم دینے والا یہی آلہ ہے اور یہ ہم میں سے غالبًا ہر ایک کے پاس ہوتا ہے۔ نکاحوں میں تاخیر نہ ہو کہ یہ بھی اخلاقیات کے حوالے سے بربادی کا بہت بڑا سبب ہے۔ اخلاقیات اور اسلامیات پر مبنی اسلامی و دینی لٹریچر پڑھنے کا مزاج بنائیں۔ اہل علم و دین اور ارباب تقویٰ و طہارت کے ساتھ ملنا جلنا رکھیں کیونکہ اَلصُحبَۃمُؤثِرَۃٌ۔ ساتھ اٹھنے بیٹھنے کے اثرات لامحالہ منتقل ہوتے رہتے ہیں چنانچہ تھوڑی دیر کے لیے ٹھنڈے پانی نے بھڑکتی آگ کی صحبت کا اثر قبول کیا تو اس کی طرف آگ کے اثرات منتقل ہوئے۔ ادھر ہم صرف اپنی استطاعت کی حد تک شرعی احکام کے مکلّف ہیں چاہیے ذاتی اعمال ہوں یا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا معاملہ ہو۔ جیسا کی ارشاد نبوی ہے مَنْ رَاٰ مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَ ذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَان یعنی جو شخص تم میں سے اپنے معاشرے میں کوئی (خلاف شرع و اخلاق) برائی دیکھے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس برائی کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے ہاں اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے منع کر دے کہہ دے سمجھا دے اگر حالات ایسے ہوں کہ زبان سے بھی روک نہ سکے تو کم از کم دل سے اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کم اور آخری درجہ ہے۔ مجموعی طور پر ہم اس وقت ایمان کے اسی تیسرے مرحلے پر اپنی دینی زندگی کی گاڑی چلا رہے ہیں ورنہ میں عرض کرتا جاؤں کہ غالب

اکثریت ہم لوگوں میں ان کی ہے جو گناہ کو گناہ نہیں سمجھتے ہیں بلکہ اس کے گناہ ہونے کا تصور بھی انہیں نہیں ہوتا ہے جو قریب بہ کفر ہے [استغفر اللہ العظیم]

ابلاغ و تبلیغ کے حوالے سے ہم حکمت اختیار کرنے کے بھی مکلّف ہیں، چنانچہ حضرت اللہ جل مجدہٗ نے حضرت نبی اکرم ﷺ سے فرمایا اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ (پ۱۴: النحل ۱۴۵) دعوت کا یہ کام بڑی نرمی و سنجیدگی، اعتدال و احتیاط اور نظم وضبط کا متقاضی ہے۔ سیدنا حضرت موسیٰؑ وسیدنا حضرت ہارونؑ دونوں کو حکم ملا تھا۔ فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا [پ۱۶: طٰہٰ۔۴۴] کہ فرعون کو ذرا نرم آواز میں سمجھائیں حالانکہ نبوت و رسالت کے ساتھ خصوصی نصرتِ باری و تائید ربانی وحفاظتِ رحمانی ہوا کرتی تھی۔

اس امت کو خیر امت کا مقام دیا گیا ہے جس کے وجود کا مقصد وحید ہر اعتبار سے لوگوں کے ساتھ ہمدردی و خیر سگالی اور ان کی دینی و دعوتی و اصلاحی لائن سے نفع رسانی ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس امت کا شعار بتایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ [پارہ۴ آل عمران ۱۱۰]

الغرض تلقین غزالی ہو، فلسفہ رازی ہو تعلیم ولی اللّٰہی ہو، حکمتِ نانوتوی ہو، دعوتِ الیاسی ہو، جذبۂ یوسفی ہو، خلوصِ پالنپوری ہو، جہد انعامی ہو، تربیت

تھانوی ہو، تذکیر کاندھلوی ہو اور ان بزرگوں کے نقوش پر چلنے والے دور حاضر کے اکابر اسلام کا طریقہ واسلوب ہو۔ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۔[پ ۲۷: الذاریات: ۵۵) یہ تذکیر و تعلیم خود مذکر و معلم کے لیے بھی از حد مفید ہوتی ہے اور مخاطبین اور سامعین کے لیے تو بنص قرآنی مفید و نفع بخش تو ہے ہی۔ یہ قرآنی فلسفہ داعی کے ذہن میں رہے اخلاص نیت کے ساتھ لوگوں کے ایمان و اعمال کی اور حسن اخلاق و سیرت کی فکر کرے تو فطری ردعمل کے طور پر اس کے ایمان و اعمال اور اس کے اخلاق و کردار کی حفاظت حضرت اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے ہوگی۔ بمصداق اَلْجَزَاءُ بِجِنسِ عَمَلِهِ ۔جس طرح مخلص سخی کبھی کنگھال نہیں ہوسکتا اور معتمر و حاجی عمرہ اور حج کے بعد مفلس نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے مَا افْتَقَرَ الْحَاجُّ بَعْدَ الْحَجِّ ۔بس اخلاص شرط ہے اسی طرح مخلص داعی جو لوگوں کو فتن سے بچانا چاہتا ہے خود اس کی فتن سے حفاظت ہوتی ہے۔

لہٰذا مایوس نہ ہوں۔ ڈرتے رہیں بچتے رہیں۔ ہاں البتہ نصیحت ہو فضیحت نہ ہو، ڈانٹ ہو مگر زخم نہ ہو، تنبیہہ ہو تہدید نہ ہو، مباحثہ ہو مناظرہ نہ ہو، مذاکرہ ہو مکابرہ نہ ہو، مقالمہ ہو مقاتلہ نہ ہو، علمی و عقلی استدلال ہو، ذہنی عیاشی اور زورِ بازو نہ ہو۔ تفہیم مسائل ہو حکمت کے ساتھ اور خطابت و موعظت ہو اخلاص کے ساتھ ورنہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

اللہ سے کرے دور تو تعلیم بھی فتنہ
املاک بھی اولاد بھی جاگیر بھی فتنہ
ناحق کے لیے اٹھے تو شمشیر بھی فتنہ
شمشیر ہی کیا نعرہ تکبیر بھی فتنہ

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

وانا العبد العاصی : (مولانا مفتی سید) محمد اسحٰق نازکی (قاسمی)

مقالہ نمبر (۲)

فتنوں کے متعلق نبی ﷺ کے ارشادات اور امت کے لیے لائحہ عمل

(از) ڈاکٹر شکیل شفائی

رسول اللہ ﷺ نے بے شمار احادیث میں اُن فتنوں کی خبر دی ہے جو قیامت کے قائم ہونے تک وقتاً فوقتاً رونما ہونے والے ہیں۔ ان فتنوں کو بیان کرنے کی غرض جہاں ایک طرف امر الٰہی کا امتثال تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بلغ ما انزل الیک کے ذریعے ترسیل پیغامِ الٰہی کا آپ ﷺ کو مکلّف بنایا تھا وہی ان کی تبلیغ سے یہ مقصد بھی تھا کہ امتِ مسلمہ ان فتنوں سے آگہی حاصل کرے تا کہ جب یہ فتنے واقعہ ہوں تو یہ صحیح اور روح دینی سے مطابقت رکھنے والا لائحہ عمل اختیار کرے جو اس کے دین وایمان کی حفاظت کو متضمن ہو۔

اہل لغت کے یہاں فتنہ کے معنی آمائش اور امتحان کے آتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک اس میں ایک حالت کے دوسری حالت سے بدل جانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ امام شرف الدین یحیٰی نوویؒ لکھتے ہیں:

قال أهل اللغة :. اصل الفتنه فی کلام العرب الابتلاء و الامتحان و الاختیار .

قال القاضی :. ثم صارت فی عرف الکلام أمر کشفه الاختیار عن سوء، قال ابوزید: فتن الرجل یفتن فتونا اذا وقع

فی الفتنة و تحول من حال حسنة الی سیئة ."

اہل لغت کہتے ہیں: فتنہ کی اصل کلامِ عرب میں آزمائش، امتحان اور آگہی حاصل کرنا ہے۔ قاضی کہتے ہیں: پھر اس کا اطلاق کلامِ عرفی میں ہر اس کام پر کیا گیا جس میں بُرائی کا پہلو ہو اور آگہی کے ذریعے اسے مکشوف کیا گیا ہو۔ ابوزید کہتے ہیں "فتن الرجل یفتن فتونا" جب آدمی فتنے میں گھِر جائے اور اچھی حالت سے بُری حالت کی طرف تحوّل کرے"۔

مقالۂ ہذا میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں فتنوں کی حقیقت و ماہیت پر گفتگو ہوگی اور ساتھ ہی یہ پہلو بھی زیرِغور لایا جائے گا کہ فتنوں کے زمانے میں اُمت کے لیے درست لائحہ عمل کیا کیا ہونا چاہیے۔

(۱)عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال بادروا بالأ عمال فتنا كقطع الليل المظلم يصبح الرجل مؤمنا و يمسی اكافرا أو يُمسی مؤمناً و يصبح كافراً ، يبيع دينه بعرض من الدنيا .

"فتنوں کے واقعہ ہونے سے پہلے اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرو جو فتنے کالی رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے جن میں آدمی صبح مؤمن ہوگا اور شام تک کافر ہو جائے شام کو مومن ہوگا اور صبح تک کافر ہو جائے گا۔ اپنے دین کو دنیا کی معمولی متاع کے عوض بیچ دے گا۔"

اس حدیث میں عام فتنوں کے وقوع ہونے سے آگاہ کیا گیا ہے

کسی خاص فتنے کا ذکر نہیں ہے۔لیکن اس فتنوں کی شدت کا یہ عالم ہوگا جیسے سیاہ رات کے ٹکڑے۔شام ہوتے ہی کالی رات کا سایہ سارے جہاں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔اس کے بعد ہر آنے والی گھڑی گذشتہ گھڑی سے زیادہ سیاہ ہوتی ہے۔یہی حال فتنوں کا ہوگا۔فتنوں کی اثر پذیری کی ایک صورت حدیث میں بیان ہوئی ہے کہ آدمی صبح مومن ہوگا لیکن زمانے نے ایسی کروٹ لی ہوگی کہ شام ہوتے ہوتے یہ شخص کافر ہو چکا ہوگا۔اسی طرح ایک شخص شام کو مومن ہوگا لیکن رات کی ترجیحات بدل چکی ہوں گی اور صبح ہوتے ہوئے اس کا ایمان بھی ستاروں کی مانند غائب ہوجائے گا اور یہ سب دنیا کی معمولی پونجی کو حاصل کرنے کے لئے ہوگا۔

اس حدیث میں امت مسلمہ سے وابسطہ افراد کو تنبیہ کی گئی ہے کہ آمد سے پہلے نیک اعمال کی ادائیگی کو اپنا شعار بنالیں۔دنیا پرستی میں منہمک نہ ہوں۔معلوم ہوا کہ نیک اعمال کو فتنوں سے حفاظت کرنے میں کچھ نہ کچھ دخل ہے۔

امام نووی لکھتے ہیں:

”معنی الحدیث: الحس علی المبادۃ الی الاعمال الصالحۃ قبل تعذرھا والاشتغال عنھا بما یحدث من الفتن الشاغلۃ المتکاثرۃ المتراکمۃ کتراکم ظلام اللیل المظلم لا المقمر۔“

”حدیث کا مطلب ہے:صالح اعمال کی طرف سبقت کرنے کی ترغیب قبل

اس کے کہ آدمی پر ان کی ادائیگی مشکل ہو جائے اور وہ اتنا مشغول ہو جائے کہ پے در پے فتنوں کی وجہ سے ان کو انجام نہ دے سکے وہ فتنے جو تہہ بہ تہہ بادلوں کے ڈھیر کی طرح ہوں گے جیسے سیاہ رات کے ٹکڑے نہ کہ چاندنی رات کے ٹکڑے۔

شیخ محمد علان صدیقی شافعیؒ لکھتے ہیں۔

” و فی الحدیث اشارۃ الی تتابع الفتن المضلۃ اواخر الزمان و کلما انقضی منھا فتنۃ اعقبتھا اخرا“

”اس حدیث میں آخری زمانے میں گمراہ کرنے والے فتنوں کے پے در پے واقع ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ جوں ہی ایک فتنہ ختم ہوگا دوسرا اس کی جگہ لے لے گا۔“

حدیث میں کافر ہونے سے کفران نعمت بھی مراد ہو سکتا ہے اور کفر حقیقی بھی۔ یعنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آدمی پرلے درجے کا ناشکر گذار بن جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ارتداد کی راہ ہی اختیار کر لے۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

”ولا یمتنع حملہ علی ذالک لان الفتن اذا تراکمت افسدت القلب و اورثتہ القسوۃ و الغفلۃ التی ھی سبب الشقاء“

”کفر حقیقی پر حدیث کو محمول کرنے میں کوئی مانع نہیں کیونکہ جب فتنے تہہ بہ

تہہ جمع ہوتے ہیں تو دل کو فساد سے بھر دیتے ہیں اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ دل کو قساوت اور غفلت ڈھانپ لیتی ہے جو بالکل شقاوت کا سبب بنتی ہے۔''

پھر لکھتے ہیں:

''ففی الحدیث التمسک بالدین''

''پس حدیث کا ماحصل یہی ہے کہ دین کو مظبوطی سے تھام لیا جائے''

(۲)''عن ابی هريرة رضی الله عنهٔ أن رسول الله ﷺ قال : بادروا بالاعمال سبعاً ، هل تُنظرون الا الی فقر منسٍ ، أو غنیً مُطغٍ أو مرضٍ مُفسدٍ أو هرمٍ مفند أو موتٍ مجهزٍ أو الدجال فشر غائب ينظر أو الساعة ؟ فالساعة أدهیٰ وامرُّ.''

''سات قسم کے حالات طاری ہونے سے پہلے صالح اعمال کی طرف سبقت کرو، تمہیں جو مہلت ملی ہے وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ تم بھلا دینے والے افلاس، باغی کر دینے والی تونگری، فساد ڈالنے والے مرض، فتور میں ہونے والے بڑھاپے، اچانک واقعہ ہونے والی موت، دجّال (ان تمام چیزوں میں بدترین جن کا انتظار کیا جاتا ہے) اور وقوعِ قیامت (جو بڑی آفت اور سخت تلخ ہوگی) سے پہلے پہلے نیک اعمال انجام دو۔''

اس حدیث میں بھی اعمال صالحہ پر مداومت کی ترغیب دی گئی ہے۔ البتہ اس میں ان حالتوں کا بھی بیان ہے جن کے وقوع ہونے پر انسان اس قابل ہی نہ رہے گا کہ نیک اعمال انجام دے۔ سب سے پہلے کچھ

بھلانے دینے والے افلاس کا ذکر فرمایا۔ایک روایت میں آتا ہے:

كادا لفقر أن يكون كفراً

(ترجمہ) ''قریب ہے کہ فقر کفر ہو جائے''

(یعنی) غریبی آدمی کو اتنا عاجز کردے کہ وہ کفر کی راہ اختیار کرے۔

ولی دکنی نے کیا خوب کہا ہے

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار ہو کھوتی ہے

شیخ محمد علاّن شافعی کہتے ہیں:

''فقر مسٍ .أى انه لام ينال النفس منه من الغم فيشأ عنه النسيان ''

(ترجمہ) ''غریبی سے نفس پر غم کی وہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے جس سے نسیان جنم لیتا ہے۔''

حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ ترمذی کے اپنے مشہور حاشیے پر لکھتے ہیں:

فقر فسن : أى يجعل صاحبه مشغولاً مدهوشا فينسه الطاعة من الجوع والعرى وهو القوت .''

(ترجمہ) ''یعنی غربت انسان کو اس قدر مشغول و مدہوش کر دیتی ہے کہ وہ بھوک کے سبب نیکی ہی بھول جاتا ہے''

پھر کہا ایسی تونگری جو انسان کو اپنے رب سے باغی کردے۔

انسان کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو تو شیطان اور اپنے نفس کی مکائد کے زد میں آجاتا ہے اور رفتہ رفتہ ایسی نفسیات میں گھر جاتا ہے کہ ربِ کائنات ہی سے بغاوت کر بیٹھتا ہے۔

" غنی مطبع لصاحبه و ملهيا له عن القيام بأنواع حق العبودية "

(ترجمہ) "یعنی وتونگری جو امیر شخص کو اتنا غافل کر دے کہ وہ حقِ عبدیت کے قیام سے عاجز ہو جائے"

مولانا احمد علی سہارنپوری محدث لکھتے ہیں:۔

" غنی مطبع ، طغیان از حد ود گزشتن ،طغی طغیاناً جاوزالقدم وارتفع و علافی الکفر أشرف فی المعاصی والظلم ."

(ترجمہ) "سرکشی۔ حد سے باہر جانا۔ طغی کے معنی ہیں قدم کا تجاوز کرنا، بلند ہونا، کفر میں بڑھنا، ظلم و معاصی کا حریص ہونا۔"

پھر کہا: فساد برپا کرنے والا مرض۔

حالتِ مرض میں انسان یوں بھی واجبات کی ادائیگی پر قادر نہیں ہوتا چہ جائیکہ جب خطرناک ناقابل اعلاج امراض کی کثرت ہو جائے تو انسان کون سے نیک اعمال انجام دے پائے گا۔

شیخ محمد بن علاّن شافعی لکھتے ہیں:۔

مرض مفسد: '' **العقل أو البدن مانعاً اداة العبادة او من كمالها و من ثمَّ ودد نعمتان مغبون فيها كثير من الناس . الصحة الفراغ ''**

(ترجمہ)'' مرض فساد کنندہ چاہے عقل میں یا بدن میں عبادت کی ادائیگی یا اس میں کمال پیدا کرنے میں مانع بنتا ہے۔اسی موقع کے لیے حدیث میں آتا ہے'' دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثریت دھوکے میں پڑی ہے صحت اور فراغت۔''

مولانا احمد علی محدّث سہارنپوری لکھتے ہیں:

''مرض مفسد البدن الشدتہٖ او الدین للضعف والکسل ''

(ترجمہ) ایسا مرض جو اپنی شدت کی وجہ سے بدن کو فساد میں ڈالتا ہے ضعف وکسل مندی پیدا کر کے دین میں فساد برپا کرتا ہے''۔

پھر کہا:۔ایسا بڑھاپا جس پر فتور کا تسلط ہوا ہو۔

''**ارذل العمر**'' میں انسان یونہی ہوش وحواس میں نہیں رہتا لیکن جب بڑھاپا فتنے کی شکل میں واقع ہو پھر عقل وخرد کو بھی معطل کر دیتا ہے۔انسان کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا خُرافات بک رہا ہے ۔

شیخ محمد علاّن شافعیؒ لکھتے ہیں:

''قال فی النهایه : الفند فی الاصل الکذب ثم قالو ا لشیخ اذا

هرم قد أفند لأنهيتكلم بالمنحرفمن الكلام سنن الصحة" ۱۵؎

"**نهايه** میں ہے **فند** کے اصل معنی جھوٹ کے ہیں۔ پھر یہ بوڑھے آدمی کے لئے بھی کہا جانے لگا۔ کیونکہ وہ ایسا کلام کرتا ہے جو حالت صحت کے کلام سے قطعاً منحرف ہوتا ہے۔"

مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ لکھتے ہیں۔

"**فی القاموس: الفند (بالتحريک) الحزف و انکار العقل او مرض الخطائفی القول و الرائيو الكذب** "۱٦؎

(ترجمہ)" قاموس میں ہے: الفند (متحرک) فساد عقل اور انکار عقل چاہے بڑھاپے کی وجہ سے ہو یا مرض کی وجہ سے۔ اسی طرح بات میں غلطی کرنا، یا رائے میں خطا کرنا یا جھوٹ بولنا۔"

پھر کہا: اچانک اور تیزی سے واقع ہونے والی موت۔

یہ فی زماننا مشاہد ہے۔ کس کثرت سے اور سرعت سے اموات واقع ہو رہی ہے اور وہ بھی بغیر کسی پیشگی علامات کے، اس نے بڑے بڑے صاحبان عقل و دانش کو ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا ہے۔

شیخ محمد بن علاّن شافعی لکھتے ہیں:۔

"**موت مجهز، أی سريعاً، كأنهٗ يريد بهٖ موت الفجأة أو الاحترام فی الشباب** "۱۷؎

اموات کی سُرعت، گویا مراد اموات اچانک واقع ہونا ہے یا پھر

عالم شباب میں موت کا آنا۔‘‘

پھر کہا:۔دجال کا فتنہ تو اکبر الفتن ہے جو ہر شئے کو منقلب کر کے چھوڑے گا۔ اس کی شدّت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر نبی نے اپنی امت کو فتنۂ دجال سے آگاہ کیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:۔

”ما بعث الله من نبی الا انذره امة“ ۱۸؎

(ترجمہ) اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس نے فتنۂ دجال سے اپنی قوم کو ڈرایا‘‘

دجالی فتنے کا سب سے بڑا مظہر یہ ہوگا کہ مادہ کی پرستش عالمی سطح پر ہوگی بلکہ مادہ ہی خدا تصور ہوگا۔مادی فکر ونظر ہی سے انسان، سماج، مذہب۔ تعلقات عامّہ، تعلیم، صلح وجنگ، تجارت اور دیگر معاملات سیاسی ہوں یا عائلی کی تعبیر وتشریح ہوگی۔اس فتنے سے صرف وہ شخص محفوظ ہوگا جس پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہوگا۔ورنہ یہ فتنہ ہر شخص کو اندھا بہرا کر کے چھوڑے گا۔

شیخ محمد بن علّان شافعیؒ لکھتے ہیں:

”او الدجال فشر غائب ينتظر ،لما فيه من شدة الفتنة التی لا ينجو منها الا من عصمهُ الله “

(ترجمہ) یا دجال (ان میں سے بدتر جن کا انتظار کیا جاتا ہے) فتنے کی شدّت کی وجہ سے جس میں کوئی نہیں بچے گا سوائے جس کو اللہ بچائے۔‘‘

۳:”عن ابن شهاب : اخبرنی عروة بن الزبير ان زينب بنت ابی سلمة اخبرتهُ أن امّ حبيبة بنت صفيان اخبرنها أن زينب

بنت جحش زوج النبی صلی الله علیه وسلم قالت خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم یوماً فزعامحمداً وجههُ یقول " لا الٰه الاالله ویل للعرب من شر قد اقترب،فتح الیوم من ردم یاجوج و ماجوج مثل هذه وحلن باصبعهٖ الابهام و الّتی تلیها .قالت : فقلت ،یا رسول الله !انهلک و فینا لصالحون ،قال نعم اذا کثر الخبث"[۲۰]

(ترجمہ)"ام المؤمین زینب بنت جحشؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ گھبرائے ہوئے باہر نکلے، چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا تھا۔فرما رہے تھے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔عرب پر تباہی اس شر سے جو قریب پہنچا۔آج یاجوج اور ماجوج دیوار اتنا کھل گیا۔پھر آپ نے اپنی اُنگشت مبارک اور انگوٹھے کا حلقہ بنایا۔"

زینبؓ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم تب بھی ہلاک ہوں گے جب ہمارے درمیان صالحین موجود ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! جب خباثت کی کثرت ہوگی۔

اس حدیث پاک پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ جب معاشرے میں خباثت غالب ہوگی تو صالحین کا وجود بھی امت کو ہلاکت سے نہ بچا سکے گا۔

یاجوج ماجوج کا فتنہ بھی بڑے فتنوں میں سے ایک ہے یہ دجال کے بعد واقع ہوگا۔یاجوج ماجوج کون ہیں؟ اس وقت کہاں ہیں اور ان کے

خروج کا زمانہ کون سا ہے سر دست یہ ہمارے موضوع سے باہر ہے۔اس حدیث میں قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ جب معاشرہ پوری طرح یا معاشرے کا بڑا حصہ خباثت سے مغلوب ہوگا تو اس وقت محض صالحین کا وجود اللہ کے عذاب سے بچانے میں مؤثر نہ ہوگا۔

گویا امت مسلمہ کے لیے بنیادی پیغام اس حدیث میں یہ ہے کہ امر بالمعرف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں ادنیٰ درجے کی کوتاہی کا بھی ارتکاب نہ کریں ۔ یہ بات ایک اور روایت میں زیادہ وضاحت سے وارد ہوئی ہے:

"عن عائشة قالت دخل علیّ علی النبی صلی الله علیه وسلم فعرفت فی وجهه أن قد حضره شیٔفتوضاء وما کلهم احداً فلصقت باالحجرة استمع ما یقول فقعد علی المنبرفحمد الله و أثنیٰ علیه وقال ایهاالناس ان الله تعالیٰ یقول لکم مروا بالمعروف وانهواعن المنکر قبل ان تدعوا فلا أجیب لکم وتسألونی فلا اعطیکم و تستنصرونی فلا أ نصرکم فما زاد علیهن حتی نزل "۲۱

'حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے گھر میں داخل ہوئے۔ میں نے چہرۂ مبارک کی کیفیات سے پہچان لیا کہ کوئی بات پیش آئی ہے۔ آپ ﷺ نے وضو فرمایا، کسی نے کچھ نہ کہا۔ میں حجرہ سے چمٹ گئی تا کہ

سنوں کیا فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا:۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نیکی کا حکم کرو اور بُرائی سے روکو اس سے پہلے کہ تم دعا کرو اور میں قبول نہ کروں، تم سوال کرو اور میں عطا نہ کروں، تم مدد طلب کرو اور میں مدد نہ کروں ان کلمات پر آپ ﷺ نے کچھ اضافہ نہ کیا اور منبر سے اُتر پڑے۔''

سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فلو لا كان من القرون من قبلكم اولو بقيّة ينهون عن الفساد فى الارض الاقليلاً ممن انجينامنهم و اتبع الذين ظلمو اما اترفوا فيه و كانو مجرمين .وما كان ربك ليهلك القرىٰ بظلم و اهلها مصلحون ۲۲(ھود:۱۱۷)

(ترجمہ)''تو کیوں نہ ایسا ہوا کہ تم سے پہلے قوموں میں ایسے حق پرست ہوتے رہے جو زمین میں فساد سے روکتے مگر بہت تھوڑے لوگ تھے ایسے جنہیں ہم نے ان میں سے بچالیا اور پیچھے پڑے رہے وہ ظالم اس عیش و آرام کی چیزوں کے جو انہیں دی گئی تھیں اور وہ مجرم تھے۔ اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو ظلم کے ساتھ ہلاک کردے جب کہ ان میں بسنے والے لوگ اصلاح کرنے والے ہوں۔''

(۴)''انّ أبا هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

ستكون فتن ،القاعد فيها من القائم ،القائم فيها من الماشي ،الماشي خير من السّاعي ،من تشرف لها تستشرفهو من وجد فيها ملجأً فليعذبه ''۲۳

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:: عنقریب فتنے واقع ہوں گے، ان فتنوں میں بیٹھنے والا رہنے والے سے بہتر ہے، کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہے، چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہے، جس نے ان فتنوں سے تعرض کیا تو یہ اس کو ہلاک کر دیں گے۔ جو ان میں کوئی پناہ گاہ پائے تو چاہئے کہ وہ اس کی پناہ لے لے۔''

اس حدیث میں بعض علماء نے فتنوں سے مسلمانوں کے درمیان ہونے والے قتال کو مراد لیا ہے لیکن الفاظ عمومی نوعیت کے ہیں لہٰذا ہر طرح کے فتنے مراد ہو سکتے ہیں۔ بہر حال فتنوں سے کیا ہی مراد لیا جائے اہم بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان فتنوں میں محفوظ رہنے کا نسخہ بھی بتایا ہے۔ علّامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:۔

''و فيه التحزير من الفتنة الحث على اجتاب الدخول فيها و ان شرها يكون بحسب التعلق بها ''۲۴

(ترجمہ) اس حدیث میں فتنے سے بچنے کی تنبیہ ہے اور اس میں داخل ہونے سے اجتناب کرنے پر ابھارا گیا ہے۔ نیز یہ کہ اس فتنے میں شّر کا حصول اس سے تعلق رکھنے کے اعتبار سے ہوگا۔''

امام نوویؒ لکھتے ہیں:۔

''و اما قولهٗ (القائد خير من القائم) الیٰ آخرہٖ فمعناه بيان عظيم خطرها الحث علیٰ تجنبها الهرب منها ،و من التشبث فی شی و ان شرها و فتنتها يكون علیٰ حسب تعلق بها ''۲۵؎

(ترجمہ)''جہاں تک آپ کے اس قول(القاعد فيها خير من القائم ۔اخیر تک) کا تعلق ہے پس ان ارشادات کا مطلب فتنوں کی شدّت کو بیان کرنا ہے اوران سے اجتناب اور فرار اختیار کرنے پر ابھارنا ہے، نیز ان فتنوں میں سے کسی بھی چیز سے چمٹ جانے سے پرہیز کرنا ہے اور یہ کہ ان کا شر ان سے تعلق کی کیفیت کے اعتبار سے ہوگا (یعنی جو ان فتنوں میں جتنا زیادہ سرگرم اور متحرک ہوگا اتنا ہی نقصان اٹھانے کا احتمال بھی رہے گا۔''

معلوم ہوا کہ امت کے لیے زمانۂ فتن میں یہ لائحۂ عمل ہے کہ وہ حتی المقدور ان سے اجتناب کرے، ان سے اپنے دامن کو بچائے، ان میں واقع ہونے سے دور رہے، زیادہ سرگرمی نہ دکھائے ورنہ اگر امت باہمی خون ریزیوں میں اُلجھ گئی تو اس کی ہلاکت میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔

اگر اس حدیث میں وارد لفظ''فِتَن'' کو اپنے عموم پر لیا جائے تو مفہوم یہی ہوگا کہ فتنوں میں جو جتنا سرگرمِ عمل ہوگا اتنا ہی اپنے دین وایمان کو خطرے میں ڈالے گا اور جو جتنا ان سے کنارہ کش رہے وہ اتنا ہی محفوظ ہوگا۔ جو لوگ اس بات کے مدّعی ہیں کہ وہ ان فتنوں میں گھس کر بھی دین وایمان

کو سلامت رکھ پائیں گے تو انہیں جان لینا چاہیے۔ یہ نہایت مشکل امر ہے۔ ایسے لوگ عجب نہیں کہ اس زعمِ فاسد میں اپنے ایمان ہی کو تہ بالا کر کے نہ رکھ دیں۔ مسلم شریف ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کون فتنوں کے بارے میں رسول ﷺ کی حدیث یاد رکھتا ہے۔ میں نے کہا ''میں'' فرمایا ''تم بہت ہی جری ہو۔ کیا فرمایا آپ ﷺ نے؟ میں کہا۔

''سمعت رسو ل الله ﷺ یکون فتنة الرجل فی اھلہٖ و مالہٖ و نفسہٖ و ولدہٖ و جارہٖ یکفرھا الصیام و الصلاۃ والصدقة و الامر بالمعروف النھی عن المنکر ''۲۶؎

(ترجمہ) '' آدمی کی آزمائش اُس کے اہل، مال، نفس، اولاد ، پڑوسی میں ہوگی۔ روزہ، نماز، صدقہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر سے ان کی تلافی ہوگی۔''

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

''و فتنة الرجل فی اھلہٖ و مالہٖ و ولدہٖ ضرب من فرط محبتہٖ لھم شحّہٖ علیھم و شغلہٖ بھم عن کثیر من الخیر کما قال اللہ تعالیٰ (انما اموالکم و اولادکم فتنة)او لتفریطہٖ بما یلزم من القیام بحقوقھم و تادیبھم و تعلیمھم فانہٗ راع لھم و مسئول عن رعی تہٖ و کذالک فتنة الرجل فی جارہٖ من ھذا '' ۲۷؎

(ترجمہ) ’’آدمی کے لیے اس کے اہل وعیال اور مال واولاد میں فتنہ ہونا یہ ہے کہ وہ اُن کی محبت میں افراط سے کام لے، اُن کے لیے دوسروں سے بخل کرے، اُن میں اتنا منہمک ہوجائے جیسا کہ اللہ تعالی: (فتنہ تو صرف تمہارے اولاد اور اموال ہے) یا فتنہ یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے اہل وعیال اور اموال واولاد کے بارے میں تفریط سے کام لے نہ ان کے حقوق ادا کرے، نہ ان کی تادیب وتعلیم کا انتظام کرے۔ آدمی اپنے اہل وعیال پر نگراں مقرر ہے اور ان کے بارے میں جواب دہ ہے ایسا ہی پڑوسی کے بارے میں بھی آدمی کے لیے آزمائش ہے‘‘۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں:۔

فھٰذہٖ کلھا فتن تقتضی المحاسبۃ ومنھا ذنوب یرجیٰ تکفیرھا بالحسنات کما قال تعالیٰ: ان الحسنات یُذھبن السیئات ‘‘[۲۸]

(ترجمہ) ’’یہ سب فتنے ہیں اور احتساب کا تقاضا کرتے ہیں۔ ان میں ایسے گناہ بھی ہیں جن کی تلافی نیکیوں سے ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں‘‘۔

اسی حدیث میں حضرت حذیفہؓ آگے فرماتے ہیں:

سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: تعرض الفتن علی القلوب کالحصیر عوداً عوداً فأی قلب اشربھانکت سوداء و ایُّ

قلب انکرھا نکث فیه نکتته بیضاء" ۲۹؎

(ترجمہ)" میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: فتنے دلوں پر پیش کئے جائیں گے چٹائی کے تنکوں کی طرح (جو ایک دوسرے سے پیوست ہوتے ہیں) پس جو دل بھی ان فتنوں کو جذب کرے گا اس پر ایک سیاہ نکتہ ظاہر ہوگا اور جو دل بھی ان فتنوں سے اِبا کرے گا اُس پر ایک سفید نکتہ ہویدا ہوگا۔"

امام نوویؒ لکھتے ہیں:۔

"معنی اشربھا : دخلت فیه دخولا تاماً الزمھا و حلت منه محل الشراب " ۳۰؎

(ترجمہ) اشربھا کے معنیٰ ہیں دل میں مکمل طور پر داخل ہونگے اور چمٹ جائیں گے اور مشروب کی طرح تحلیل ہوں گے۔"

عن انس قال : قال رسول الله ﷺ "لا تقوم الساعة علیٰ احد یقول : الله الله "۳۱؎

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کسی ایک پر بھی قائم نہ ہوگی جب تک اللہ اللہ کہا جائے گا"

مسلم ہی کی روایت میں وارد ہوا ہے:

"لا تقوم الساعة حتیٰ لا یقال فی الارض :الله الله " ۳۲؎

(ترجمہ)" تب تک قیامت زمین پر قائم نہ ہوگی جب تک اللہ نہ کہا جائے"

ان دونوں حدیثوں کا ماحصل یہی ہے کہ جب تک زمین پر اللہ کا نام لیا جائے گا، اللہ کی بزرگی اور بڑائی بیان کی جاتی رہے گی اللہ کا کلمہ بلند رہے گا قیامت نہ آئی گی ۔حدیث سے اللہ اللہ کہنے کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ ابن جعفر کی روایت میں " لا الــــــہ الاالله " کے الفاظ وارد ہوئے ہیں''

عـن عـلـى ابـن طـالـب قال قال رسول الله ﷺ : " اذا فعلت امتـى خـمـس عشـرـة خـصلة حل بها البلاء .قيل : وما هى يا رسول الله ،قال اذا كان المغنم دُولاً ،والامانة مغنماً ،والزكاة مغرماً ، و اطا ع الرجلذوجته و عق امّه و بر صديقهُ و جفا أباه و ارتـفـعـت الصوات فى المساجد و كان زعيم القوم ارذلهم واكـرم الرجل مخافة شره و شربت الخمور و لبس الحرير و اتـخذت القيان المعارف و العن آخر هذه الامة اولها فليرتقبو ا عند ذالک ريحاحمراءَ او خسفاً و مسخاً ۳۴ؔ

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب میری امت میں پندرہ خصلتیں جمع ہوں گے تو پھر آزمائش اُن پر اُترے گی ۔عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول! وہ پندرہ خصلتیں کیا ہیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا:

ا:جب مال غنیمت ذاتی دولت بنے گی مجمع البحار میں ہے۔'' فیـکـون لقوم

دون قوم " "یہ دولت بعض کے پاس ہوگی اور بعض کے پاس نہیں ہوگی"
۲:۔امانت مال غنیمت بنادی جائے گی۔مجمع البحار میں ہے " أی من استمن أما نة فیری الخیانة فیها غنیمةً غنماً" جس کے پاس امانت رکھی جائے گی تو اس میں غنیمت سمجھ کر خیانت کرے گا۔
۳۔جب زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے گا۔المجمع میں ہے " ای من أتمن أمانته فیری الخیانة فیها غنیمةًغنماً "۳۶ؔ
(ترجمہ)یعنی صاحب مال زکوٰۃ دیتے وقت سمجھے گا کہ وہ ٹیکس دے رہا ہے۔
۴/۵:آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا اور اپنی ماں کو چھوڑے گا۔مجمع البحار میں ہے "یعنی ماں کو اذیت دے گا اور اس کی نافرمانی کرے گا۔(ای أذاها عصاها)۔
۶/۷:دوست کے ساتھ نیکی کے ساتھ پیش آئے گا باپ کے ساتھ خشونت سے پیش آئے گا۔سید جمال الدین نے مشکوٰۃ کے حاشیے پر لکھا ہے "وبر صدیقہٗ قیل:بر الصدیق مع الجفاء الادب مذموم لا وحدهٗ بخلاف اطاعة الزوجة فنها مذمومة وحدها أیضاً .
(ترجمہ)دوست کے ساتھ نیکی کے ساتھ پیش آئے گا۔کہا گیا ہے کہ دوست کے ساتھ نیکی اور باپ کے ساتھ خشونت دونوں کو ملائے گا تو مذموم ہے۔محض دوست سے کے ساتھ نیکی (جب کہ باپ کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے)مذموم نہیں بخلاف اس کے محض بیوی کی اطاعت (گو ماں کو نہ چھوڑا

ہو) مذموم ہے "وجفا أباه" أی بعد عنه یعنی باپ سے دوری اختیار کر لے "والجفاء ترک البر" جفا نیکی کے چھوڑنے کو بھی کہتے ہیں۔

۸۔مساجد میں آوازیں بلند ہونگی۔

۹:۔قوم کا لیڈر ان کا رزیل ترین فرد ہوگا۔لمعات میں ہے "الزعیم الکفیل .سید القوم و رئیسهم والمتکلم عنهم" قوم کا سردار، رئیس، ان کا ترجمان۔

۱۰: آدمی کی عزت اس کے شر کے خوف سے کی جائے گی۔

۱۱: شرب پی جائے گی۔

۱۲: ریشم پہنی جائے گی۔

۱۳؍۱۴: گانے والی لونڈیوں کو حاصل کیا جائے گا۔نہایۃ میں ہے "القیان" القینة الامة الغنیّة[۴۱] گانے والی لونڈی والمعارف (موسیقی کے ساز وسامان حاصل کئے جائیں گے)

۱۵: امت کا آخری حصہ پہلے حصے پر لعنت کرے گا۔سید جمال سے مشکوٰۃ کے حاشیے پر لکھتا ہے "ای اشتغل الخلف بالطعن فی السلف الصالحینو الائمة المجتهدین .قال الطیبی : طعن الخلف فی السلف والذکروهم بالسوء اولهم یقتدوا بهم [۴۲] خلف وسلف صالحین اور ائمہ مجتہدین پر طعن کرنے میں مشغول ہوں گے۔طیبی نے کہا ہے: خلف پر طعن کریں گے، اُن کا بُرائی سے ذکر کریں گے یا اُن کی اقتداء نہیں

کریں گے تو اس وقت چاہئے کہ لوگ سُرخ آندھی یا زمین دھنسنا اور صورتوں کے مسخ ہونے کا انتظار کریں۔

احادیث میں اور بھی تفصیلات آئی ہیں جن کو بیان کرنا اس مختصر مقالے میں ممکن نہیں۔ بہرحال اُن احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے اُمت پر خطرناک فتنے آنے والے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی عبارۃ النص یا دلالۃ النص سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فتنوں میں امت کا لائحہ عمل کیا ہونا چاہئے۔ مختصراً کہہ سکتے ہیں کہ فتنوں کے زمانے میں اعمال صالحہ کی پابندی ہونی چاہیے ، دنیا پرستی سے اجتناب ہونا چاہئے۔ دینی احکام پر مضبوطی سے کار بند رہنا چاہئے۔ حد سے زیادہ غریبی نہ ہو، کثرت سے مال و دولت بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے صحت طلب کرے، صحت بگاڑنے والی چیزوں سے پرہیز کرے۔ صالحین کی صحبت اختیار کرے، اُن کا وجود غنیمت جانے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی ادا کرے اس ضمن میں ہرگز کوتاہی نہ کرے، گھر کو لازم پکڑے۔ فتنوں سے خود کو بچانے کی کوشش کرے۔ نماز کی پابندی کرے روزہ رکھنے میں کوتاہی نہ کرے، زکوٰۃ خوش اسلوبی سے ادا کرے، دل کی اصلاح کے لیے کوشش بروئے کار لائے۔ اللہ کا ذکر کرتا رہے۔ امانت کو ادا کرے۔ زکوٰۃ کو ٹیکس نہ سمجھے۔ قومی اثاثوں کو بُرباد نہ کرے۔ بیوی کی اطاعت اور والدہ کی نافرمانی نہ ہو۔ دوست سے قُربت اور باپ سے بُعد نہ ہو۔ مساجد میں بدعات اور باہمی لڑائی جھگڑا اور

مخاصمت کی وجہ سے آوازیں بلند نہ ہوں۔ شراب، حریر، موسیقی، گانے بجانے سے سخت اجتناب کیا جائے اور سلف صالحین سے محبت کرے، اُن کا ذکر خیر کرے اور ان کی اطاعت کرے۔

ان امور پر عمل پیرا ہونے سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ فتنوں کے وقت ہمارے جان و مال اور دین وایمان کی حفاظت کرے گا۔

مقالہ نمبر ۳

علاماتِ قیامت اور ہماری ذمہ داری

[مفتی نذیر احمد قاسمی شیخ الحدیث دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ]

(نوٹ) کسی مجبوری کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب اس سمینار میں تشریف نہ لا سکے لہٰذا انہوں نے یہ مقالہ حضرت مفتی اسحاق نازکی صاحب کے ذریعے سے ارسال کیا تھا۔

باسمہ تعالیٰ

کائناتِ انسانی کی سب سے عظیم ذات، نسل انسانی کے سب سے بڑے رہبر و ہادی، فطرتِ انسانی کے سب سے بڑے حقیقت شناس، تمام کمالات انسانی کے سب سے اونچے مرتبت پر فائز، علمی، اخلاقی، روحانی، اصلاحی، تمام شعبہ ہائے حیات میں سب سے ممتاز، سب سے منفرد اور سب سے برتر، یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے بے شمار کمالات میں سے، ایک عجیب اور منفرد، وصفِ کمال یہ بھی تھا کہ: آپ نے مستقبل کے متعلق پیشن گویوں کا ایسا منفرد بیان فرمایا کہ قیامت تک جو جو حالات امتِ مسلمہ اور اقوام عالم کو پیش آنے والے ہیں، ان کا نقشہ سامنے آتا ہے، ان پیشن گوئیوں کو پڑھ کر ہر شخص بے اختیار یہ سمجھ سکتا ہے کہ یقیناً آپ نبی برحق بھی تھے، خاتم النبین بھی اور وحی الٰہی کا ایسا طویل سلسلہ آپ کو عطا ہوا تھا کہ جو صرف آپ کا امتیاز تھا۔ مستقبل کے متعلق بیان کردہ آپ کے ارشادات میں ایسے واقعات پیش آنے کا تذکرہ بھی ہے کہ جو ظاہری اسباب واحوال کی روشنی میں اس وقت

ناممکن الوقوع لگتے تھے۔ چنانچہ بعض پیشن گویاں ایسی ہیں جو اس وقت بیان ہوئیں جب ان کے وقوع پزیر ہونے کا امکان کہیں دور دور بھی محسوس نہیں ہوتا تھا،مگر آج وہ امر واقعہ ومشاہدہ ہیں،مثلاً آپ نے ارشاد فرمایا: جب مکہ مکرمہ میں عمارتیں پہاڑوں سے بلند ہوجائیں گی اور وہاں کی زمین کو چیر کر راستے بنائے جائیں گے تو سمجھو معاملہ سر پر آ گیا ۔آج یہ واقعہ سب کے لیے مشاہدہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں تعمیرات کا سلسلہ وہاں کے پہاڑوں سے اوپر جاچکا ہے ۔چنانچہ ابوقبیس کے پاس جو اونچی عمارات ہیں یا جبل عمر کے قریب جو تعمیرات ہیں یا جبل قعیقان،جس کا تذکرہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے تذکرہ میں آتا ہے اور کتب احادیث حتی کہ بخاری شریف میں بھی اس کا ذکر ہے،اس کے پاس تعمیر ہونے والی بلڈنگیں ان پہاڑوں سے بلند ہیں ۔مکہ مکرمہ کے پہاڑوں میں چاروں طرف سرنگیں کھود کر اور زیر زمین رستے بنے ہوئے ہیں ۔یہ بھی مشاہدہ ہے۔تو وہ پیشن گوئی مکمل طور پر پوری ہوگئی۔

ان پیش گوئیوں میں مادّی وسائل کی فراوانی کا بیان بھی ہے،فواحش ومنکرات کے پھیلاؤ کی تفصیلات بھی،ظلم وغارت گری کے احوال بھی،اور دولت کے عام ہونے اور اس کی بنا پر طرح طرح کی برائیوں کے وقوع پزیر ہونے کی تفصیلات بھی اور ہر ہر طبقہ میں پھیلنے والی خرابیاں ۔ذیل میں احادیث میں بیان ہونے والی ان پیشن گوئیوں کا ایک اجمالی بیان ہے، جو

بہت اختصار کے ساتھ ہے،عنوانات کے تحت ایسی نوع کے ارشادات ہیں ، جو مستقبل کے ان امور کا نقشہ سامنے لاتے ہیں جن میں سے بے شمار وقوع پزیر ہو چکے ہیں، اور بعض تیزی کے ساتھ سامنے آ رہے ہیں، اور کچھ امور جن کو قیامت کی علاماتِ کبریٰ قرار دیا گیا ہے، یقیناً آئیدہ پیش آئیں گے۔ان علامات میں کچھ ایسی بھی علامات ہیں جن کا انطباق ہمیشہ موضوع رہا ہے اور بعض کی نظروں میں وہ وقوع پذیر ہو چکی ہیں اور بعض کی رائے میں ان کا وقوع ابھی نہیں ہوا ہے، یہ پیش گوئیاں خطرات کی نشاندہی بھی ہیں اور ان خرابیوں کو سمجھنے کی ایک قیمتی کنجی بھی، جو ظاہر میں خرابی نہیں، بلکہ وہ خیر نظر آتی ہے۔

اب اختصار کے ساتھ ان فتن، علامات قیامت کو ملاحظہ فرمائیں:۔

حضرت رسول صادق ومصدق کی بیان کردہ چندہ پیشن گویاں جو یقیناً پوری ہو چکی ہیں:۔

ا۔صحابہ کرام کا دور ختم ہو جائے گا۔

۲ بیت المقدس فتح ہوگا۔

۳۔خوارج کا ظہور ہوگا۔

۴۔اہل ایمان کی آپس میں جنگ ہوگی، چنانچہ جنگ جمل وجنگ صفین اسی پیش گوئی کی تصدیق تھی۔

۵۔جھوٹے مدعیان نبوت ظاہر ہوں گے۔چنانچہ مرزا قادیانی انہی میں سے تھا۔

۶۔ترکوں سے جنگ ہوگی۔

۷حجاز میں ایک بڑی آگ ظاہر ہوگی۔

۸۔کوڑے برسانے والے حکمران مسلط ہوں گے۔

۹۔برہنہ جسم، ننگے پاؤں والے چرواہے بلندو بالا عمارات بنانے میں مقابلہ کریں گے۔چنانچہ آج اکثر عرب ممالک میں یہی حال ہے۔

۱۰۔بے حیائی وفحاشی عام ہوگی۔

۱۱۔کچھ تاجر پوری تجارت پر مسلط ہوں گے۔چنانچہ آج کا تمام اقتصادی و معاشی نظام چند یہودیوں کے ہاتھ میں ہے۔

۱۲۔قبائل واقوام کی قیادت فساق وفجار کے ہاتھ میں ہوگی۔

۱۳۔کمینے لوگ وقوموں کے سردار بن جائیں گے۔چنانچہ آج کے بہت سارے سربراہان اسی قماش کے ہیں۔

۱۴۔مساجد میں نقش ونگار کیا جائے گا،اوران پر فخر کیا جائے گا۔

۱۵۔گھروں کی بے ضرورت آرائش ہوگی۔

۱۶۔زنا کو حلال کردیا جائے گا۔

۱۷۔کذب بیانی اور دھوکے سے مال کمایا جائے گا۔

۱۸۔بے وقوفوں کی حکمرانی ہوگی۔

۱۹۔کمینہ مزاج کے لوگوں کے پاس دولت کی کثرت ہوگی۔

۲۰۔مرد ریشمی لباس پہننا فخر سمجھیں گے۔

۲۱۔مزامیر اور موسیقی کے آلات کی کثرت ہوگی۔
۲۲۔شراب حلال سمجھی جائے گی۔
۲۳۔اچانک موتوں کی کثرت ہوگی۔
۲۴۔انسان کے شر سے بچنے کے لیے اس کی تکریم کی جائے گی۔
۲۵۔حلال وحرام کی تمیز ہوگی، ہر شخص مال کا حریص ہوگا، چاہے حلال ذریعہ سے آئے یا حرام ذریعہ سے۔
۲۶۔قتل وخون ریزی کی کثرت ہوگی۔

یہ وہ پیشن گوئیاں ہیں جن کا پورا ہونا یقینی مشاہدہ ہے، اور کوئی انسان بھی ان کا انکار نہیں کرسکتا۔ پھر یہ صرف چند ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ایسی بیشمار پیش گوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔

اب چند وہ پیشن گوئیاں دیکھئے جو آج ہمارے مشاہدوں میں ہیں:
۱۔عورتیں کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔
۲۔عورتوں کو مردوں کی طرف اور مردوں کو اپنے طرف مائل کرنے کا مزاج ہوگا۔ حدیث میں ''قائلات ممیلات'' کے الفاظ ہیں۔
۳۔دوسری قوموں کی نقالی اور مشابہت اختیار کی جائے گی۔
۴۔نئی نئی بیماریاں پھیل جائیں گی۔ چنانچہ آج پورا عالم ''کووڈ۔۱۹'' کی زد میں ہے۔ اس سے پہلے ایڈس کی بیماری تھی جو پہلے کبھی نہ تھی۔
۵۔ہر شخص مال کا حریص ہوگا، اور اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ یہ حلال ہے یا

حرام۔آج کا معاشرہ اس کا پورا نقشہ ہے۔

۶۔قرآن کریم کو چھوڑ کر دوسری کتابوں کی کثرت ہوگی۔

۷۔فحاشی وعریانی عام ہوگی۔

۸۔موٹاپن عام ہوجائے گا۔

۹۔مردوں کی قلت ہوگی اور عورتوں کی کثرت ہوگی۔

۱۰۔لوگ تمنا کریں گے کہ اولاد نہ ہو۔

۱۱۔مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے جنسی ملاپ کریں گے۔

۱۲۔دیانت داری کا خاتمہ ہوگا۔

۱۳۔امانت دار کو خائن قرار دیا جائے گا۔

۱۴۔بددیانت لوگوں کو عہدے دیے جائیں گے۔

۱۵۔ بیویوں کی فرماں برداری اور ماں کی نافرمانی ہوگی۔ دوستوں سے وفاداری اور باپ سے دوری اختیار کی جائے گی۔

۱۶۔دیندار بننے پر طعنے دیے جائیں گے۔

۱۷۔ بعد کے لوگ گذرے ہوئے لوگوں کو بُرا بھلا کہیں گے ۔ چنانچہ آج صحابہ وفقہاء اور اولیاء کی توہین وتنقید کی جاتی ہے۔

احادیث کی کتابوں میں اس کے علاوہ بہت ساری پیشین گویاں موجود ہیں، جو کچھ تو یقیناً پوری ہوچکی ہیں، اور کچھ آج کے عہد میں عمومی مشاہدے میں ہیں، اور کچھ آئندہ پوری ہوں گی۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ: چند بڑی بڑی

اہم ترین پیشگویاں قیامت کے بالکل قریب وقوع پذیر ہوں گی، مثلاً ظہور مہدی، نزول عیسیٰ، خروج یاجوج ماجوج، وغیرہ۔

اب اس اختصار کے بعد ان تمام فتن کی احادیث میں چند امور غور کرنے کے ہیں، ان کو مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

پہلا امر یہ کہ ان میں کچھ امور تو تکوینیات کے قبیل سے ہیں اور وہ انسان کی دسترس سے بھی باہر ہیں اور انسان کے اختصار کو بھی ان میں کوئی دخل نہیں۔ مثلاً، متعدد احادیث میں ہے کہ عورتوں ک ء کثرت ہوگی اور مردوں کی قلت ، یا مثلاً فرمایا زلزلے زیادہ آئیں یا نئی نئی بیماریاں پھیل جائیں گی۔ اس طرح کی تمام پیشین گویاں ایمان والوں کے ایمان میں زیادتی یا اضافہ کا سبق بنتی ہیں۔ جب ایک مسلمان اپنے نبی برحق (علیہ السلام) کی بیان کردہ کسی بات کو پورا ہوتا ہوا دیکھے تو اس کو مزید تصدیق ہوتی ہے۔ کہ نبی (ﷺ) کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ کلمات جب اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھے ، تو اس کے علاوہ جو جو امور آپ کی زبان مبارک سے ارشاد ہوئے ہوں، چاہے وہ از قبیل ایمانیات سیئہ پر ملنے والی سزاؤں سے متعلق، وہ سب بھی برحق ہیں۔ جب یہ برحق ہے تو اب اپنی زندگی میں اسے کیا تبدیلیاں لانی چاہیے، اس کے لیے یہ آسان ہے۔

پیش گوئیوں کہ اس پورے سلسلے میں کچھ وہ پیشین گویاں ہیں جو انسان کے طرز فکر وطرز عمل سے متعلق ہیں۔

مثلاً، زنا کاریہ عام ہونا، حرام خوری کرنا، دوسری قوموں کی نقالی کرنا، شراب خوری کرنا، حرام ذرائع سے دولت کمانا، فحاشی وعریانیت کا پھیل جانا، ظلم و غارت گری کرنا، حلال وحرام کی فکر چھوڑ دینا، حق باطل کی تمیز ختم ہونا، وغیرہ۔

ان تمام پشین گویوں کا مقصد اول یہ ہے کہ: اہل ایمان ان سے پرہیز کرنے کا مزید اور سخت اہتمام کریں، اور ان کی خرابیوں پر بصیرت وانشراح کے ساتھ مطمئن رہیں، کہ حقیقتاً یہ جرائم ہیں، چاہے کتنے ہی پرکشش بنا کر پیش کیے جائیں۔ اس قسم کی ان پیشگوئیوں میں عموماً وہی امور بیان ہوتے ہیں جو پیغمبر اسلام نے حرام قرار دیے ہیں۔ مگر پہلے تو دوسری اقوام میں وہ خرابیاں پھیلیں گی، پھر وہ آہستہ آہستہ امت مسلمہ میں وہ عام ہونے لگیں گی، اس کی وجہ ایمان کی کمزوری، اپنے نبی سے تعلق میں ضعف و کمزوری، غیر مسلم قوموں کی نقالی کا شوق اور حلال وحرام کے فرق وتمیز کرنے کی کمی ہوگی۔ چنانچہ اس وقت کے تمام طبقات کی اکثرت کا وہی حال ہے جو فتن کے متعلق بیان فرمودہ احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ:

امت مسلمہ کے اہم طبقات یہ ہیں:

علماء، حکمران، ارباب دولت، اصحاب دانش، تعلیمی ادارے چلانے والے مطمئن، صنعت وتجارت وے وابستہ طبقہ، نوجوان نسل، اصحاب قلم، صحاب اور میڈیا سے وابستہ افراد، خواتین، ملکوں کے لیے ترجیحات، روابط اور تعلیمات کی نوعیت مقرر کرنے والے پالیسی ساز افراد اور ادارے۔ پھر مسلم

ملکوں کی عوام اور ارباب حکومت اور غیر مسلم ممالک میں رہائش پذیر مسلمان۔

ان تما کا حال ٹھیک وہی ہے جو احادیث میں بیان ہوا ہے۔علماء میں بکثرت علمائے سوء اور علمائے شر ہیں، دین کے نام پر بولنے اور لکھنے والے کتنے ہی ائمہ مضلّین ہیں جن کے متعلق حضرت رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا:" مجھے سب سے زیادہ خوب، گمراہ کرنے والے ان افراد سے ہے جو پیشوا بنیں گے،مگرامت کو گمراہ کریں گے"۔اس کی مثال،آج کے عہد میں غامدی اوراس کے حوربین ، یا شیخ محمد اورانجینئر مرزا جیسے لوگ ہیں،جن کی ساری تگ ودو تحریف دین اورامت کے اسطین کی تغلیط وتذلیل ہے۔اورفکر وعمل کے ہر شعبہ میں علمی انتشار اور کنفیوژن پیدا کرنا ہے۔

علماء کا ایک طبقہ وہ ہے جن کا مشن صرف فروعات کو موضوع بنا کر امت اکو انہی مخمصوں میں الجھائے رکھنا ہے۔ چنانچہ مسلکی منافرت کے اسباب کا احاطہ کیا جائے تو سبب اول وہ علماء ومسالک کے نمائندگان ہوں گے جو اسی عنوان پر زندہ ہیں۔

حکمران اورافسران کا حال یہ ہے کہ وہ یہود وانصاری کے مشن کے نمائندہ، مسلم ملکوں پر مسلط اور مغربی قوتوں کی پشت پناہی کی بنا پر اپنے اقتدار کو باقی رکھنے میں سرگرم ہیں،اوراپنے ملکوں کے تمام وسائل صرف اپنی عیاشی وفحاشی میں صرف کرنے میں مگن ہیں،اوراس کے لیے ہر قسم کا ظلم وتعدی کرنے اور

غیر اسلامی احکام وقوانین نافذ کرنے میں منہمک ہیں، اور تمام تر ہدف اپنے اقتدار کا تحفظ اور مغرب کی تقلید ہے۔

اکثر نوجوان نسل بھی اپنی سوچ، فکر، عمل، ترجیحات، خواہشات، مرغوب اور اہداف میں اُس کا مکمل مصداق ہے، جو اُن احادیث میں بیان ہوئی ہیں، جو فتن ہیں۔

اسی طرح امت کی اکثر خواتین، عریانیت، فحاشی، اسراف اور غیر اقوام مسلم کی فحش کاری میں مبتلا عورتوں کی نقالی اور فیشن پرستی کی دوڑ میں روز افزوں ہیں۔

امت کے دولت مند اپنی دولت کے بڑھانے اور دولت کو فضولیات اور تفریحات کے نام پر حرام کاری میں خرچ کرنے پر نازاں ہے اور اسی مقابلہ آرائی کا منظر پورے عالم میں ہے۔ اس ساری صورت حال میں فتن کی احادیث کی زیادہ سے زیادہ اشاعت اور تبلیغ ہو، اور امت کے ہر طبقہ کو ان سے بچنے کی ترغیب۔ فتن کی احادیث کا سب سے اہم پہلو یہی ہے اور یہی وقت کی پکار ہے۔

مقالہ نمبر ۴

فتنوں کے متعلق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور امت کے لئے لائحہ عمل

(از) جاوید احمد ملک
(پی۔ایچ۔ڈی اسکالر، اسلامیات، اسلامک یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹکنالوجی، اونتی پورہ کشمیر)

ابتدائیہ (Introduction)

قال رسول الله ﷺ، نضر الله عبدا سمع مقالتی فحفظها ووعاها و اداها....(ترمذی:۲۶۵۸)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کو شاد و شاداب رکھے جو میری بات سنے، پھر اسے یاد کرلے اور محفوظ رکھے اور دوسروں تک پہنچائے۔۔۔

پس یہ مضمون اسی بشارات کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہے۔سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کامل ضابطۂ حیات لے کر مبعوث ہوئے۔جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ کی کامل تربیت فرما کر ان کو پوری انسانیت کے لئے نجوم ہدایت بنایا، اور جس طرح عقائد و ایمانیات، عبادات و اخلاق، معاشرت و معاملات امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اللہ کے راستے میں جان کی قربانی دینے کے بارے میں تعلیمات و ہدایات دیں، ٹھیک اسی طرح بعد میں آنے والوں کے لئے قیامت تک

واقع ہونے والے ہر طرح کے فتنوں سے حفاظت کی خاطر ارشادات بیان فرما کر امت کو واضح ہدایات سے آگاہ بھی فرمایا۔ ذیل میں ہم اسی موضوع سے متعلق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات نقل کرنے اور امت کے لئے ان ارشادات کی روشنی میں لائحہ عمل کی بابت چند اقدامات بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

مقام نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

بعثت کے تین سال بعد دعوت اسلام کے اعلان عام کے لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا کی چوٹی پر چڑھے، تو قریش سے اس طرح مخاطب ہوئے:

"اے بنی عبد المطلب! اے بنی فہر! اے بنی کعب! اگر میں تم کو یہ اطلاع دوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایک لشکر کھڑا ہے اور تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو تم اس بات پر یقین کرو گے؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

(مولانا ابوالحسن علی ندوی، نبیٔ رحمت، ص ۱۵۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہوئے یعنی جس طرح سامنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں تھے، ٹھیک اسی طرح پہاڑ کے عقب کے احوال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں تھے۔ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام (Status) پر فائز تھے کہ جس طرح اپنی معاصر دنیا آپ کی نظروں میں تھی، ٹھیک اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو

آخرت تک پیش آنے والے حالات سے باخبر بھی فرمایا تھا اور امت کی رہنمائی کے لئے ہر فتنے اور خرابی کا علاج بھی عطا کیا تھا۔

فتنہ کے لفظی معنی:

لفظ الفتنة قرآن مجید میں متفرق معنی میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) آزمائش۔ونبلوکم بالشر والخیر فتنة (ہم تم کو آزمائش کے لئے خیر وشر میں مبتلاء کریں گے)۔

(۲) گمراہی۔ومن یرید اللہ فتنة فلن تملک لہ من اللہ شیئاً۔(۔۔۔جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو اسے بچانے کے لئے اللہ نے آپ کو کوئی اختیار نہیں دیا)

(۳) فساد وہنگامہ، بے اطمنانی و پریشان خیالی۔

(۴) عذاب،ذوقوا فتنکم ھذا الذی کنتم بہ تستعجلون۔(اب اپنی شرارت کا مزہ چکھو، یہ وہی ہے جس کے لئے تم جلدی مچایا کرتے تھے)

(دیکھو:القاموس الوحید،تحت فتن، ص۱۲۰۳)

ایک ضروری انتباہ:

قرب قیامت کی علامات اور فتنوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشادات بیان فرمائے ہیں ان کی حیثیت محض پیشن گوئیوں (Prophecies) کی نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد امت کو پیش آنے والے

فتنوں سے باخبر کرنا، ہر طرح کے سخت حالات سے نبرد آزما ہو کے اپنے ایمان وایقان اور اعمال واخلاق کی حفاظت کرنا ہے۔اس مختصر سی تمہید کے بعد ذیل میں فتنوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات نقل کئے جاتے ہیں۔

ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(PropheticTraditions)

(۱)عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ لتتبعم سنن من قبلکم شبراً بشبر وذراعاً بذراع، حتّٰی لودخلوا حجر ضبّ تبعتموهم قیل یا رسول الله ﷺ الیهود والنصاریٰ ؟ قال فمن!(رواه البخاری ومسلم)

(ترجمہ) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً ایسا ہوگا کہ تم (یعنی میری امت کے لوگ) اگلی امتوں کے طریقوں کی پیروی کروگے بالشت برابر بالشت اور ذراع برابر ذراع (یعنی بالکل ان کے قدم بقدم چلوگے) یہاں تک کہ وہ گھسے ہوں گے گوہ کے بل میں، تو اس میں بھی تم ان کی پیروی کروگے۔عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود ونصاریٰ (مراد ہیں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اور کون!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب بیان کرتے ہوئے مولانا

منظور نعمانیؒ لکھتے ہیں کہ: "یقیناً ایک وقت ایسا آئے گا کہ میری امت کے کچھ لوگ اگلی امتوں کے گمراہ لوگوں کی قدم بقدم پیروی کریں گے، جن گمرائیوں اور غلط کاریوں میں وہ مبتلاء ہوئے تھے، یہ بھی ان میں مبتلاء ہوں گے، یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی سر پھرے پاگل نے گوہ کے بل میں گھسنے کی کوشش کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے پاگل ہوں گے جو یہ مجنونانہ حرکت کریں گے (مطلب یہ کہ اس طرح کی احمقانہ حرکتوں میں بھی ان کی پیروی اور نقالی کریں گے، یہ دراصل کامل پیروی اور نقالی کی ایک تعبیر و تمثیل ہے)۔۔۔۔۔یہ صرف پیشنگوئی نہیں بلکہ بڑے مؤثر انداز میں آگائی ہے کہ مجھ پر ایمان لانے والے خبردار اور ہوشیار رہیں، اور یہود و نصاریٰ کی گمراہیوں اور غلط کاریوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی فکر سے کبھی غافل نہ ہوں"۔ (معارف الحدیث، کتاب الفتن، ج۸،ص۸۹۔۹۰)

(۲)عن انس قال قال رسول الله ﷺ یاتی علی الناس زمان الصّابر فیهم علیٰ دینه کالقابض علی الجمر. (رواه الترمذی)

(ترجمہ) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے لئے ایک وقت ایسا آئے گا کہ صبر و استقامت کے ساتھ دین پر قائم رہنے والا بندہ اس وقت اس آدمی کی مانند ہوگا جو ہاتھ میں جلتا ہوا انگارہ تھام لے۔ (یعنی) کھلم کھلا معصیت و خدا فراموشی اور دین بیزاری کا یسا ماحول غالب آجائے گا کہ طاعت و صراطِ مستقیم پر قائم رہنا اور حرام

کاریوں اور فسق و فجور سے اپنے آپ کو بچانا اتنا کٹھن اور مشکل ہو جائے گا جیسا کہ جلتا ہوا انگارہ ہاتھ میں تھام لیا ہو۔

(۳) عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ یوشک الامم ان تداعی علیکم کما تداعیٰ الاکلة الیٰ قصعتها فقال قائل ومن قلّة نحن یومئذ قال بل انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السّیل ولینزعنّ الله من صدور عدوّکم المهابة منکم ویقذفنّ فی قلوبکم الوهن قال قائل یارسول الله ﷺ وما الوهن؟ قال حبُّ الدنیا وکراهیة الموت (رواه ابوداؤد)

(ترجمہ) حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قریب ہے (ایسا زمانہ) کہ (دشمن) قومیں تمہارے خلاف (جنگ کرنے اور تم کو مٹا دینے کے لئے) ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گے جس طرح کھانے والی جماعت کے آدمی کھانے کی لگن (طشت) کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔ کسی عرض کرنے والے نے عرض کیا کہ کیا اس دن ہماری تعداد کی قلت کی وجہ سے ایسا ہوگا؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نہیں) بلکہ تم اس وقت بڑی تعداد میں ہوگے، لیکن تم سیلاب کے کوڑے کرکٹ کی طرح (بے جان و بے وزن) ہوگے اور اللہ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور (اس کے برعکس) تمہارے دلوں میں وھن ڈال دے گا۔ کسی عرض کرنے والے

نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھــــــن کا کیا مطلب ہے؟۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ؛ دنیا کی محبت اور موت کی کراہت۔یعنی دشمنوں کے آگے ہمارے انحطاط و زوال کی بنیادی وجہ کوئی تعداد اور مادی اسباب کی قلت نہیں ہوگی بلکہ اس فانی و بے ثبات دنیوی زندگی سے محبت، تعش و تنعم کی عادت، دنیاوی حشم و خدم میں تقابل و تنافس ہمارا شیوہ اور اس کے بالمقابل آخرت کی تیاری، جنت کا شوق اور دیدار الٰہی ہمارے لئے کڑوا گھونٹ بن جائے گا۔

امت کے لئے لائحہ عمل Procedure&Practice

اگر دنیا میں ایمان والا دینی اعتبار سے صحیح سمت پر ہو تو یہی اس کے دارین میں حقیقی کامیاب ہونے کی علامت ہے۔ ایمان والے کے لئے سب سے بڑی نعمت اس کا ایمان و دین ہے، لہذا اگر کوئی سستی اور کوتاہی کرتے ہوئے اپنے دین کو فتنوں سے نہ بچائے، تو وہ خسارے میں ہے۔ دوسری طرف اگر اپنے دین کو فتنوں سے محفوظ رکھے تو وہ کامیاب و کامران ہے۔ارشاد فرمایا، **والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعمل الصالحات** ۔۔۔۔۔یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا

مَعَادِی وَاجْعَلُ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَل الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَر. (مسلم: ۲۷۲۰)

یااللہ! میرے دینی معاملات کی اصلاح فرما کہ جس میں میری نجات ہے، یا اللہ! میری دنیا بھی درست فرما دے کہ جس میں میرا معاش ہے، اور میری آخرت بھی اچھی بنا دے، میں نے وہیں لوٹ کر جانا ہے، اور میرے لیے زندگی کو ہر خیر کا ذریعہ بنا، اور موت کو ہر شر سے بچنے کا وسیلہ بنا دے۔

اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِی، (یااللہ! میرے دینی معاملات کی اصلاح فرما، اسی میں میری نجات ہے)، بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ دین کی وجہ سے بندہ کی ہر چیز قائم و دائم ہے، اگر دینداری ہی خراب ہوگئی تو تمام کے تمام امور درہم برہم ہو جائیں گے اور دنیا و آخرت میں ناکامی ہی ناکامی ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت مال، جاہ و منصب کی حرص جیسے دنیاوی فتنوں سے خبردار کیا کہ کہیں ان کی وجہ سے اپنے دین کا سودا نہ کر بیٹھو! ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

قال رسول الله ﷺ ماذئبان جائعان ارسلا في غنم بافسد لها من حرص المرء على المال و الشرف لدينه. (ترمذی واحمد)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ دو بھوکے بھیڑیے جنہیں بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے بکریوں کو اتنا نقصان

نہیں پہنچاتے جتنا آدمی کے دین کو، مال کی حرص اور بڑا بننے کی چاہت نقصان پہنچاتی ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن ابو هريرهؓ قال، قال رسول الله ﷺ بادروا بالاعمال فتناً كقطع الليل الظلم يصبح الرجل مومناً ويمسى كافراً ويمسى مومناً ويصبح كافراً يبيع دينه بعرض من الدنيا۔(رواہ مسلم:118)

(ترجمہ)ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جلدی کرو اعمالِ صالحہ، ان فتنوں کے آنے سے پہلے جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح پے بہ پے آئیں گے (حال یہ ہوگا کہ) آدمی صبح اس حال میں کرے گا کہ اس میں ایمان ہوگا، اور شام اس حال میں کرے گا کہ وہ ایمان سے محروم ہو چکا ہوگا اور شام کو وہ مومن ہوگا اور اگلی صبح وہ مومن نہ رہے گا، کافر ہو جائے گا، دنیا کی متاع قلیل کے بدلے وہ اپنا دین و ایمان بیچ ڈالے گا۔

ایک دن میں ہی انسان اسلام سے پھر جائے گا، دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اس کی وجہ کیا ہوگی؟۔ اس کا بظاہر مطلب یہی ہے کہ دنیا کے بدلے میں اپنے دین کا سودا کر لے گا، دنیا سے مراد صرف مال نہیں ہے، بلکہ اس میں دنیا کی ہر وہ چیز شامل ہے جو بندے کو صراط مستقیم سے ہٹا دے، چاہے وہ مال کی صورت میں ہو یا عزت و جاہ کی شکل میں یا دنیاوی

منصب یا عورت سمیت کسی بھی صورت میں ہو، دینا سے مراد یہاں ہر وہ دنیاوی متاع ہے جو بندے کو رب سے دور کرے۔ اسی کو اللہ تعالی نے ساز وسامان سے تعبیر کیا ہے۔فرمانِ باری تعالی ہے:تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِندَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ(النساء:۹۴)ترجمہ:تم دنیاوی ساز وسامان کی تلاش میں ہو! تو اللہ تعالی کے ہاں ڈھیروں غنیمتیں ہیں(اس لیے دنیا میں جو کچھ بھی ہے یہ عارضی ساز وسامان ہے)چنانچہ یہ جولوگ صبح مومن ہوں گے تو شام کو کافر ہو جائیں گے یا شام کو مومن ہوں گے صبح کافر ہو جائیں گے۔یہ سب کے سب اپنا دین دنیا کے لئے فروخت کردیں گے

مولانا منظور نعمانیؒ اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیام اور وصیت کا حاصل یہ ہے کہ ہر مومن، آنے والے ایمان کش فتنوں سے ہوشیار رہے اور اعمال صالحہ کے اہتمام میں سبقت اور جلدی کرے۔ایسا نہ ہو کہ کسی فتنہ میں مبتلاء ہو جائے اور پھر اعمال خیر کی توفیق ہی نہ ہو۔نیز اگر اعمال صالحہ کرتا رہے گا تو وہ اس کا مستحق ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسے فتنوں سے اس کی حفاظت فرمائے "۔
(معارف الحدیث، کتاب الفتن، ج۸ ص ۹۷)

تدابیر واقدامات (Plans & Measures)

ایک مسلمان اللہ تعالی کی توفیق سے اپنے دین کو فتنوں سے محفوظ کرتا ہے اور جس راستے پر چلنے کا مومنین کو حکم دیا گیا ہے اسی راہ کا راہی بنتا

ہے۔راہِ راست پر قائم رہنے کے لئے اگر مندرجہ ذیل امور پر عمل کیا جائے ،تو بندہ ان فتنوں سے کافی حد تک محفوظ رہ سکتا ہے۔

(ا) ایمان بالآخرت اور اللہ کے سامنے جوابدہی کا احساس

ایمان بالآخرت دنیا کی حق تلفی اور اس کی صحیح قیمت سے انکار کے بغیر آخرت کی حقیقی پیش آنے والی زندگی کی ترجیح پر قائم ہے۔اس عقیدہ کی بنیاد آخرت کی ابدی زندگی کے لئے جد و جہد،حق و صراط مستقیم کے لئے مسلسل کوشش اور اس لازوال زندگی کے حصول کے لئے وقتی و فانی خواہشات وتمناؤں کی قربانی اور رضائے خدا کی طلب ہے۔سید ابوالحسن علی ندویؒ اس عقیدہ کی اہمیت ،ضرورت اور احیاء کے بارے میں لکھتے ہیں:

" اس میں ذرا شبہ نہیں کہ مسلمان صرف اس عقیدہ کی کمزوری کی وجہ سے کمزور ہوئے ہیں ،مسلمانوں کی نئی نسل جو آج ہوا وہوس میں گرفتار نظر آرہی ہے اسکو اس عقیدہ کی تجدید،اس کے از سر نو احیاء اور مسلمانوں میں اس کی اشاعت کی شدید ضرورت ہے۔کھسکی ہوئی چول اس وقت تک اپنی صحیح جگہ پر نہیں آئیگی اور مسلمانوں کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک وہ اس زندگی کو قرآن کی نگاہ سے دیکھنا شروع نہ کریں گے اور یہ وہ نقطہ ہے جس سے مادّی طرزِ فکر کو سخت اختلاف ہے۔جو لوگ مادّی فلسفہ اور اس زندگی کی پرستش میں مبتلاء ہیں،خواہشات کے طلبگار ہیں،اور اس کے سوا کچھ اور نہیں چاہتے ،وہ اس نقطہ نظر کو قبولکرنے یا اس کے ساتھ صلح کر لینے پر کسی صورت

میں تیار نہیں ہوسکتے"۔(معرکۂ ایمان و مادّیت، ص ۱۲۱)

(۲) نماز کی پابندی

مسلمان اپنا ایمان مضبوط بنائے، اس کے لئے واجبات کی ادائیگی اور حرام امور سے اجتناب یقینی بنائے۔ چنانچہ سب سے بڑا فرض اور واجب نماز ہے، اس لیے مسلمان کو نماز قائم کرنے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے کہ وہ مقررہ وقت پر، شرائط، ارکان اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرے، فرمانِ باری تعالی ہے: وَأَقِمِ الصَّلاةَ إِنَّ الصَّلاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ .(العنکبوت:۴۵) ترجمہ: اور نماز قائم کر، بیشک نماز برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے۔

۳) دعاؤں کی کثرت

اسی طرح دعا کریں، اللہ تعالی نے ہمیں دعا کرنے کے لئے رہنمائی فرمائی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جامع دعائیں سکھلائی ہیں جو کہ اپنے دین کو محفوظ رکھنے کے لئے مفید ثابت ہوں گی، ان دعاؤں میں سے ہر رکعت میں پڑھی جانے والی دعا ہے جو کہ فرمانِ باری تعالی: (اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيم) یا اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دیکھا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قنوت وتر کے لئے سکھائی ہوئی دعا: اَللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى

عَلَيْکَ وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ. (ترمذی،ابوداود: ۱۴۲۵)

(ترجمہ) "اے اللہ! مجھے ہدایت دے کران لوگوں کے زمرے میں شامل فرما جنہیں تو نے رشد و ہدایت سے نوازا ہے اور مجھے عافیت دے کران میں شامل فرمادے جنہیں تو نے عافیت دی ہے اور جن کو تو نے اپنا دوست قرار دیا ہے ان میں مجھے بھی شامل کر کے اپنا دوست بنا لے۔ جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس میں میرے لیے برکت ڈال دے اور جس شر و برائی کا تو نے فیصلہ کر دیا ہے اس سے مجھے محفوظ رکھا ور بچا لے۔ یقیناً فیصلہ تو ہی صادر کرتا ہے تیرے خلاف فیصلہ صادر نہیں کیا جا سکتا اور جس کا تو والی بنا وہ کبھی ذلیل و خوار نہیں ہوسکتا اور جس سے تو دشمنی رکھے وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا۔ ہمارے پروردگار! تو ہی برکت والا اور بلند و بالا ہے".

اس کے علاوہ بھی دیگر دعائیں بہت زیادہ ہیں جن کے ذریعہ سے ایک بندہ اللہ تعالی سے دین پر قائم دائم رہنے اور نیکی کی دعا مانگتا ہے، اللہ تعالی سے صراط مستقیم پر چلانے اور اسی پر ثابت قدمی کا مطالبہ کرتا ہے۔

۴) بری صحبت اور برے ماحول سے اجتناب

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المرء علىٰ دين خليله فلينظر احدكم من يخالل ۔ ابوداود: (۴۸۳۳) ترمذی: (۲۳۷۸)

(ترجمہ) انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لیے تم میں سے کوئی دوستی کرنے سے پہلے دیکھ لے کہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔

علماء کہتے ہیں کہ صرف اسی کو اپنا دوست بنانا چاہیے جس کی دینداری اور امانتداری قابلِ لائق ہو کیونکہ جس کسی شخص سے تم دوستی کرو گے تو وہ تمہیں اپنے دین اور مذہب کی جانب لے جائے گا، اس لیے کسی ایسے شخص سے دوستی کر کے اپنے دین کو خطرے میں مت ڈالو جس کا دین اور عقائد و اعمال مشکوک ہو۔

اسی طرح ایک ایمان والے کو چاہیے کہ وہ اخلاقی اور دینی اعتبار سے گرے ہوئے معاشرے سے دُور رہے، اس کے لئے کفار کے علاقوں میں رہائش اور فساق کی مجالس اختیار کرنے سے اجتناب کرے، اپنے آپ کو دین بیزار ماحول سے بچائے۔ چنانچہ جو شخص دین میں بگاڑ اور خرابیاں پیدا کرنے کے اسباب سے دُور رہے گا، تو اللہ تعالیٰ کی اعانت سے اس کا دین بگڑنے سے محفوظ رہے گا، اور یہ بات طے ہے کہ کفار کے معاشرے میں رہنے والا مسلمان شخص کفریہ معاشرے سے متاثر، کافروں سے مرعوب اور ان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس کا دل اور ضمیر دونوں مردہ ہو جائے گا۔ جس کے نتیجے میں اس کے اندر احساس کمتری (Inferiority Complex) کی بیماری سرایت کر جائے گی۔ جس کا مشاہدہ نئی نسل اور مغربی افکار سے متاثر مسلمانوں کی زندگیوں سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

(۵) علم دین کا حصول اور مستند علماء سے وابستگی

مسلمان کے لئے اپنے دین کو فتنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے علم شرعی ایک بہت بڑا وسیلہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ جاہل لوگ اپنے دین کو فتنوں میں گرفتار ہونے سے روک نہیں پاتے۔آپ دیکھیں کہ کتنے لوگ ہیں جو جہالت کی وجہ سے مشرکانہ افعال اور توہمات پرستی میں گرفتار ہوئے ہوتے ہیں۔اگر آپ غور فکر کریں تو آپ کو وہ سب علم دین سے کورے نظر آئیں گے،اور اگر کسی کے پاس علم ہوگا تو نفسانیت وطمع کی وجہ سے وہ فانی دنیا کے حصول کے لئے اپنا دین فروخت کر چکا ہوگا۔صحیح علم اور فہم کے لئے ضروری ہے کہ مستند علماء کرام سے تعلق قائم کیا جائے۔ان ہی کے مشورے سے دینی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔آداب اور اخلاق کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے ان سے گفت وشنید کی جائے۔پیدا شدہ سوالات ان کے سامنے رکھ کر استفسارات کئے جائیں۔

(۷) کثرت عبادت وطاعت

اسی طرح ہر حال بالخصوص ایسے حالات میں زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرے اور اس کے لئے تن من کی بازی لگادے۔فرمانِ باری تعالی ہے:وَأَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَات ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ * وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ. (ہود:۱۱۴-۱۱۵)

(ترجمہ) نیز آپ دن کے دونوں طرفوں کے اوقات میں اور کچھ رات گئے نماز قائم کیجئے۔ بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں یہ ایک یاددہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور صبر کیجئے اللہ تعالیٰ یقیناً نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے:

قال رسول اللہ ﷺ العبادۃ فی الھرج کھجرۃ الیّ۔(رواہ مسلم عن معقل بن یسارؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کشت وخون کے زمانے میں عبادت میں مشغول ہوجانا ایسا ہے جیسا کہ ہجرت کرکے میری طرف آجانا۔یعنی جب ناحق قتل و غارت ، جنگ و جدل اور متنوع فتنوں کا دور دورہ ہوتو ایمان والے کو چاہے کہ ان فتنوں سے خود کو بچا کر یکسوئی کے ساتھ اللہ کے ذکر وفکر اوراس کی عبادت میں مشغول ہوجائے ۔اس کا یہ عمل دربارِالٰہی میں ایسا ہوگا جیسا دین وایمان کے تحفظ کے لئے دار الکفر سے ہجرت کی جاتی ہے۔

تنازعات ومخاصمات (Conflicts) سے دوری

مسلمانوں ویسے تو ایک دوسرے کے درمیان ایسے اختلافات سے ہمیشہ دُور رہے جن میں دخل اندازی کی وجہ سے باہمی بغض، لاتعلقی اورمعرکہ آرائی کو ہوا ملے۔تاہم جب فتنوں کا دور دورہ ہواور مسلمانوں کے ایمان اور ان کے تشخص پر دشمن ہر طرح کے حربے استعمال کرکے حملہ آور ہو،تو باہمی اختلافات (جو اکثر افتراقات کی شکل اختیار کرتے ہیں) سے حتی الوسع

اجتناب کیا جائے۔ ورنہ ایک طرف ہماری ساری توانائی وقوت ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے میں ختم ہو جائے گی، اور دوسری طرف دشمن ہمارے خلاف ہر طرح کی سازشوں میں کامیاب ہو جائیں گے۔ نتیجتاً ہم دن بدن کمزور اور دشمن اپنے مذموم عزائم میں طاقتور ہوتے جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم، واصبروا، ان اللہ مع الصابرین۔(الانفال:۴۶) ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول مانو اور آپس میں مت جھگڑو، پھر بزدلی کرو گے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی اور صبر کرو، بلاشبہ اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں،''مسلمانوں کے ہاں سر اٹھانے والے فتنوں کے حالات کا اچھی طرح سے مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہو جائے گی۔ کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جسے ان (تنازعاتی) امور میں دخل اندازی کا فائدہ ہوا ہو کیونکہ ایسے امور میں دخل اندازی کا دینی اور دنیاوی ہر اعتبار سے نقصان ہوتا ہے، اسی لیے اسے شریعت میں منع قرار دیا گیا ہے، لہذا ایسے امور سے بچ کر رہنا ان فرامین الٰہیہ میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيم. النور: 63 ترجمہ: اللہ کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں انہیں فتنہ یا درد ناک عذاب نہ پہنچ جائے۔ (منہاج السنۃ النبویۃ ج۴ ص۴۱۰)

محاسبہ نفس:

اسی طرح انسان کو کوئی بھی کام کرنے سے پہلے مکمل جانکاری اور اس کی جانچ پڑتال کر لینی چاہیے۔ اپنے بارے میں اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا کس جانب سے نقصان ہوا ہے، شیطان کس راستے سے انسان کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر جنسی شہوت کی وجہ سے وہ فتنے میں مبتلا ہوا ہے، تو پھر جتنی جلدی ہو سکے نکاح کا انتظام کرے اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو پھر کثرت سے روزے رکھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق اس کی شہوت ٹوٹ جائے گی۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ، يا معشر الشباب من الستطاع منكم الباءة فليتزوج ،فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء۔** (متفق علیہ، بخاری ۵۰۶۶، مسلم ۱۴۰۰)

ترجمہ: اے جوانوں کی جماعت! جو تم میں سے نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہو، وہ نکاح کر لے کیونکہ نظر کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو (برائی سے) محفوظ رکھنے کا یہ ذریعہ ہے اور اگر کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے روزے رکھنا چاہیے کیونکہ وہ اس کی شہوت کو ختم کر دیتی ہے۔

اختتامیہ (Conclusion)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کا کوئی ایسا گوشہ نہیں چھوڑا جس کے متعلق آپ نے کامل رہنمائی نہ فرمائی ہو۔ نہ صرف یہ کہ اپنے دور

میں اہل ایمان کو صحیح عقائد، صالح فکر، اعمال صالحہ، اخلاق حسنہ، پاکیزہ آداب، اخلاص نیت، معاملات و معاشرت کی پاکیزگی، ایثار اور اللہ کی راہ میں ہر طرح کی قربانی دینے کی تعلیم بھی فرمائی اور اپنی شخصیت سے اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا، بلکہ بعد میں آنے والے ہر طرح کے فتنوں سے امت کو آگاہ بھی فرمایا اور ان فتنوں کا علاج بھی مہیا فرمایا۔ امت کی اقبال مندی اور موجودہ پستی سے عروج، دارین کی سرخروئی کا واحد حل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی میں مضمر ہے۔ سورہ کہف (جس کو لسانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے فتنے سے حفاظت کا ذریعہ بتایا ہے) بھی ہمیں یہی درس دیتا ہے کہ محض مادّیت اور اسباب انسان کو کامیاب نہیں کر سکتے، بلکہ طبعی اسباب کو ترک کئے بغیر مسبب الاسباب پر کامل اعتماد، غیبی یعنی حقیقی رحمانی طاقتوں پر توکل اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین و ارشادات کو مشعل راہ بنا کر ہی ایک ایمان والا خود کو فتنوں سے بچا کر دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہوسکتا ہے۔ کیونکہ طبعی اسباب اور قدرتی طاقتوں سے بالاتر ایک غیبی قوت ہے جس کے ہاتھ میں ان اسباب کی زمام کار ہے اور جس طرح نتائج اسباب کے تابع ہیں، اسی طرح خود یہ اسباب خالق کائنات کے ارادہ، اشارہ اور حکم کے تابع ہیں۔ بقول سید ابوالحسن علی ندویؒ، "ارادہ الٰہی ان (اسباب) کو عدم سے وجود میں لاتا ہے، ان کو آگے بڑھاتا اور چلاتا ہے اور جب چاہتا ہے، ان کو مسببات سے جدا کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ اسباب و

مسببات دونوں یکسان طریقے پر اس کے تابع وفرماں بردار ہیں۔وہ خود مسبب الاسباب اور علۃ العلل ہے اور اسباب وعلل کا سارا سلسلہ اسی کی ذاتِ عالی پر جا کر ختم ہوتا ہے"۔(معرکۂ ایمان ومادّیت،ص۲۵)

دجال کی فتنۂ اعظم شخصیت جو مادیت اور فتن کی انتہاء (Epitome of Materialism & Trials) ہے اور جس کی ظاہری طاقتوں اور خدا فراموش وآخرت بیزار افکار کے زریعہ سے انسان صرف جسمانی لذت،فوری منفعت اور ظاہری غلبہ سے ہمکنار ہوسکتا ہے، کے اختتام کے لئے اللہ تعالیٰ روحانیت (Spirituality) کے ایک عظیم سربراہ وقائد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل فرمائیں گے،جس کی ایک روحانی نظر ہی اس فتنۂ اعظم کو پگلانے کے لئے کافی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور پوری امت کو دورِ حاضر اور آئندہ کے فتنوں سے حفاظت فرمائے۔آمین

عربی حصہ

العصمة من الفتن فی ضو السنة

(كتبهٗ بيمينه جعفر الندوى)

الحمد لله الذى لقى و بعلم الغيب فلا يظهر على غيبه احداً من خلقهٖ الا بالقدر الذى تقتضيه حكمة جلا و علاوصلى الله على عبدهٖ و رسولهٖ وخيرته من خلقهٖ الذى اخبرنا عن كثير مما اخبره ربهٗمن علامات الساعة و حدوث الفتن فى آخر الزمان و على آلهٖ و صحبهٖ و من اقتفىٰ أثره و اثتنَّ بسننتهم الىٰ يوم الدين .

يتعرض المسلمون لكثير من الفتن على مستوى مجموع الامة او على فرد من افرادها ما بين الزمات القتصاد ية و حب الشهوات التى زينت للانسان من النساء و البنين و القناطير المقنطرة من الذهب و الفضة فضلا من الفتن التى تشكك المسلم فى دينه من خلال الهمعات السرسة التى يتعرض لها المسلمون و ربطه بالرهاب .الامر الذى يدخل الانسان من النيه ينقص معها الايمان للحد الذى ربما يؤثر

على حياته في الدنيا و جزائه في الآخرة.

نحن نغيش في عصر ملئ بفتن غير محدودة فتن قتل و حرج فتن فضائيات واعلام مضلل فتن انترنيت وشائعات و غيرها الكثير منها التي محتاج فيها عون الله تعالىٰ ان يثبتنا و يبصرنا بالحقالتوجيهات النبويه التي هدانا اليها رسولنا الكريم صلى الله عليه وسلم

لكن للفتن اشكالا معظمها غير معروف في زماننا هٰذا و الكثير من المسلمين لم يعودوا قادرين علىٰ تمييزها لكثرتها و سرعة انتشارها ولكن نبي الرحمة والهدىٰ صلى الله عليه وسلم لم يبينها فحسب بل بين موجبات الفتن و اسبابها و كيفية تجنبها و ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم احاديث كثيرة تتحدث عن آخر الزمان و هٰذه الاحاديث تعطي تصور ا محيحا للمسلم سيحصل في المستقبل من حلال النصوص الشرعية المقصود بآخر الزمان هو آخر زمان الدنيا الذي يكون بين يدي الساعة و لعل اوله بعثة الرسول صلى الله عليه وسلم كما ثبت في صحيح البخاري من حديث أبي هريرةؓ " بعثت أنا الساعة كهاتين و قرن بين السبّابة والوسطٰى" من خلال هٰذه الاحاديث المباركة حديث ابي موسىٰ الأشعريؓ و عبد الله بن مسعودؓ "ان بين يدي

الساعة اياماً ينزل فيها الجهل و يرفع فيها العلم .و عن انس رضى الله عنه قال : سمعت رسولالله ﷺ يقول : ان من اشراط الساعة ان يرفع العلم و يثبت الجهل و يشرب الخمر و يظهرالزنىٰ. و عن ابى مالك الشعرى قال ،قال رسول الله ﷺ ،"ليكونن من امتى اقوام يستحلون الحر و الحرير والخمر و المعازف ولينزلن اقوام الى جنب علىٰ علميروح عليهم بسارحة لهم يأتيهم :يعنى الفقير ،لحاجة فيقولوا:ارجع الينا غدافينبهم الله ويضع العلم ويمح آخرين قردة حنازير الى يوم القيامة"فهٰذه الاحاديث وما فى معناها تدل علىٰ بعض المساوئ التى تكون فى آخر الزمان و يرتبط بعضها ببعض من فشو الجهل و قلة العلم ولا يزال ينقص الىٰ أن يرفع بالكلية ،كما ثبت فى الحديث الذى رواه حذيفه بن اليمان قال : قال رسول الله ﷺ "يدرس الاسلام كما يدرس و شئ الثوب لا يدرىٰ ما صيام و صلاةو نسكولا صدقة ولا يسرىٰ علىٰ كتاب الله عز و جل فى ليلة فلا يبقىٰ فى الارض منة آيةٌو تبقىٰ طوائف من الناس ، الشيخ الكبير و العجوز يقولون : ادركنا آباءَ ناعلىٰ هٰذالكمة :لا اله الا الله ،فنحن نقولها ".

قــد ظهــر هٰــذا الـنـقـص فـی هٰذا الـزمـن بـصـورـة واضـحةجـداحتـیٰ صـار أکثـر الـنـاس یجهلون المعلمون من الـدیـن بالضرورة و من مجموعة الاحادیثالشریفةحدیث مهم جـدا فـی هٰذا البـاب رواه عبـد الـلــه بن عمر و بن العاص ؓ : ”کیف بـکـم و بـزمـان یـغربل الناس فیه غربلة تبقٰی حثالة من الناس قد مرجت عهودهم و اماناتهم واختلفوا فکانو هٰکذا و شبک بیـن اصـابـعہٖ ،فقالوا: و کیف بنا یا رسول الله ﷺ ؟ قـال : تـأخذون ما تعرفون و تذرون ما تنکرون و تقبلون علیٰ أمـر خاصّتکم و تذرون امر عامّتکم فی هٰذا الحدیث الشریف یـخبـر نـا رسـو الـلـه ﷺ مـن کیـفیة النجاة من الفتن و حدد ذالک بعدة بعدة طرق و هی ......

أولاً: أن یأخذ الانسان بما یعرف

الـمـقـصـود أن یـأخذالانسان بـما یعرف انهُ الحق ولا یدور فی فلک الریبة و الشبهات ولا یصغی اِلی البدع و اهل اهـواء و مـصدره فی ذالک الکتاب و السنة ،فقد قال رسول الـلـه ﷺ‘تـرکـت فیـکـم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما: کتاب الله و سنتة نبیہٖ

ثانیاً : یدع ما ینکرُ

فـفـی الـحدیث قال النواس بن سمعان: سألت رسول الـلـه ﷺ عـن البـر و الثم فقال :" البر حس الخلق ،و الثم ما حـاک فـی الصدر ک و کرھت ان یطلع علیه الناس ."و عن الـحسـن بـن ابی طـالـب قال.قال رسول الله ﷺ : "دع ما یریبک الیٰ الیٰ ما یریبک ."

ثالثاً :الاقبال علی العلماء

فهم ورثة الانبیاء و منارات الهدیٰ ،فعن معاویة بن ابی عـن النبی ﷺ : الخیر مادة و الشر لجاجة ، ومن یرید الله بهٖ خیراً یفقهه فی الدین ."

رابعاً : ترک أمر العوام

فـقد قال علیؓ : الناس ثلاث فعالم ربانی و متعلم علیٰ سبیـل الـنـجـاة و هـمج رعاع أتباع کل ناعق یمیلون مع کل ریح،لم یستضیعوا بنور العلم ولم یلجئوا الیٰ رکن و ثیق .

خامساً : اعتزال الفرق و الاحزاب

عـن حـذیـفة بـن الیـمانؓ قال ،کان الناس یسألون عن رسـول الـلـه ﷺ الـخیـر و کنت اسئلهٔ عن الشر أن یدرکنی فـقـلـت یا رسول الله انا کنا فی جاهلیه و شر فجاء نا الله بهٰذ الـخیـر فهل بعد هٰذا الخیر من شرٍ؟ قال نعم .قلتُ:وهل بعد

ذلک الشر من خیر ؟ قال نعم ، وفیه دخن ،فقلت وما دخنهُ ؟ قال قوم یهدون بغیر هدیی،تعرف منهم و تنکر قلت : فهل بعد ذالک الخیر من شرٍ؟ قال نعم ،دعاة الیٰ ابواب جهنم ،من اجابهم الیها قذفوه فیها قلت یا رسول الله ﷺ صفهم لنا فقال : هم من جلدتنا و یتکلمون بألسنتاقلت : فما تأمرنی ان ادرکنی ذالک ،قال : تلزم جماعة المسلمین و امامهم ،قلت فان لم یکن لهم جماعةٌ ولا امامٌ ؟ قال فاعتزل تلک الفرق کلها ،ولو أن تعضّ بأصل شجرةٍ حتیٰ یدرکک الموت و انت علیٰ ذالک "قال البیضاوی : المعنی اِذا لم یکن فی الارض خلیفة فعلیک بالصبر علی تحمل شدة الزمان العزلة ، العض بأ صل شجرة کنایة عن مکابدة المشقة

سادساً : الفرار من الفتن

یقول ﷺ : یوشک ان یکون ان یکون خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبال و موافع القطر ،یضر بدینهٖمن الفتن ." و الحدیث یدل علی کثرة الفتن التی ستنزل بالعباد لدرجة أ ن المسلم سیکون خیر ما یفعله فراراً بدینهٖ ان یرعی الغنم بین الجبال و الاودیة.

سـابـعاً : الحذر من الشائعات و الروايات الواهيه و نقل الاخبار المكذوبه

وهـى طـاهـرة فى زمنناهذا فيلاحظ انتشار القصص و الـروايـات الواهية الضعيفة وقت الفتنة ،فكثر القصاص الذين يـوردون الـحـكـايـات و الـقـصـص التى لا اصل لها و وسائل التـكنولوجياالحديثة ساعدت فى انتشار مثل تلک القصص ا الشائعات .

ثـامنا: الاستغفار واللجوء الى الله و المبادرة باالاعمال و الاستعانة باصلاة

قـال الله تعالىٰ : وذاالنون اذ ذهب مُخاصباً فظن أن لن نقد ر عليه فنادىٰ فى الظلمات أن لا الٰه الّاانت سبحٰنک انى كـنـت من الظالمين . فاستجبنا لهٗو نجينهٗ من الغم و كذالک ننجى المؤمنين (الانبياء۸۷۔۸۸)

عـن ابـى هـريرهؓ قال : قال رسول الله ﷺ : ”بادروا بـالاعـمـالِ فيـنـا كـقـطـع الليل المظلم ،يصبح الرجل مؤمناً و يـمسـى كـافـراً.يبيـع دينه بعرض من الدنيا .عن ام سلمه حند بـنت أبى أمية رضى الله عنها قالت : استيقظ رسول الله ﷺ

ليلة فرغا ،يقول يقول : سبحان الله ،ماذا أنزلالله من الخزائن وما ذا انزل الله من الفتن ،من يوقظ صواحب الحجرات، يريد ازواجهٔ لكى يصلين .رُب كاسية فى الدنيا عارية فى الآخرة .

فخلاصة ما وردت الأحاديث فى هٰذا الباب لصيانة الانسان من الفتن ما ظهر منها وما بطن ان يبادر باالأعمال الصالحة هى التى تكون حصنا قويا من الفتن العظيمة و منها الفتن فى الدين حيث يضعف التمسك به ويعز الثبات عليه لدرجة ان العبد ينقلب بين الحق و الباطل و بين الايمان و الكفر

أسال الله تعالى ان ينصر دينه فى هٰذا الظروف المظلمه وان يستعملنا فى ذالک يصلح احوال الامة رعاة و رعية و ان يجنب بلادنا و بلاد المسلمين الشرور و الفتن و ان يثبتنا على الاسلام و الأيمان حتىٰ اتانا اليقين.

نسأل الله التوفيق و الثبات

سمینار سال ۲۰۲۲ء

عنوان

مقصد تخلیق کائنات

مقام

جامع مسجد شریف شیری

زمان

۲۰۲۳ء

خطبہ استقبالیہ

منجانب: آسی غلام نبی وانی (مؤسس مجلس علمی جموں وکشمیر)

حضراتِ علماء کرام ودانشورانِ عظام

اسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

خدائے بزرگ وبرتر کا بے انتہا احسان ہے جس نے ہم سب کو کسی مادی منفعت کی تلاش کے برعکس صرف روحانی امراض کے علاج کی تلاش کے لیے یہاں پر جمع ہونے کی توفیق نصیب فرمائی۔ اس وقت روح انسانی مضطرب ہے۔ مادی اغراض کے پیچھے پوری دنیا مسابقت میں لگی ہوئی ہے، لیکن روحانی امراض کے علاج ومعالجہ کو پس پشت ڈالا گیا ہے۔ حالانکہ ہم سب جانتے ہیں، کہ انسان دو چیزوں کا مرکب ہے ایک جسم اور دوسری روح۔ انسان کی اصل اس کی روح ہے۔ دنیا کے اندر جتنے پیغمبر آئے انہوں نے انسانی روح کی پاکیزگی کے لیے خدا کے بندوں کو بلایا۔ دنیا کے انسان جسمانی امراض سے زیادہ روحانی امراض کے شکار ہے۔ مولانا رومیؒ دنیا کے ایک عظیم مفکر اور صوفی بزرگ ہیں۔ وہ اپنی مشہور ومعروف کتاب میں فرماتے ہیں ؎

پنج حِسے ہست جُز ایں پنج حِس

آں چہ زرِ سرخ وایں حسہا چو مس

ترجمہ:۔اے لوگو ان ظاہری پانچ حواس کے علاوہ دیگر پانچ حواس ہیں۔اور وہ حواس جو ان پانچ حواس کے علاوہ ہیں ان کی مثال سرخ سونے کی طرح ہے اور اِن ظاہری حواس کی مثال مس کی طرح ہے۔پھر فرماتے ہیں ؎

حِس دنیا نردبانِ ایں جہاں

حسِ عقبیٰ نردبانِ آسمان

ترجمہ:۔دنیا کا احساس یعنی ظاہری حواس اِس جہاں کی سیڑھی ہے اور آخرت کا احساس آسمان کی سیڑھی ہے۔پھر فرماتے ہیں ؎

صحّتِ ایں حس بجوئید از طبیب

صحت آں حس بجوئید از حبیب

ترجمہ:۔اس حِس کی تندرستی طبیب سے معلوم کرو۔اور اُس حِس کی تندرستی محبوب سے معلوم کرو۔محبوب سے مراد حضورﷺ اور آپ کے نائبین ہیں۔

ہماری اس مجلس کا مقصد آخرت کے احساس کو اُبھارنا ہے،کیوں کہ اصل میں اللہ نے ہمیں آخرت کی دنیا یعنی جنت کے لئے پیدا کیا ہے۔اور اس بات کا اعلان اللہ نے اپنے کلام پاک میں ان الفاظ میں کیا ہے، ان اللہ اشتریٰ من المومنین اموالھم و انفسھم بان لھم الجنۃ . ترجمہ: اللہ نے مومنین کے مال و جان کو جنت کے بدلے خریدا ہے۔اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ کا اصل ارادہ آخرت کی دنیا یعنی جنت بسانے کا

ہےاور دنیا کی زندگی محض اس لئے ہے تاکہ اللہ ظاہر میں بھی اس بات کو دنیا کے لوگوں پر آشکار کرے کہ کون اللہ کی جنت کا طالب ہےاور کون اصل کو بُھلا کر دنیا کے عارضی عیش و آرام اور راحت کے لئے اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر صرف اسی دنیا کو اپنی جنت بنانے پر کمر بستہ ہے۔حالانکہ دنیا کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ کوئی بھی شخص اس دنیا کو آباد کر کے جنت نہیں بنا سکا۔اور ہزار کوششوں کے باوجود ایک انسان کو اس دنیا سے خالی ہاتھ جانا پڑتا ہے، لیکن صرف دنیا کو ہی مقصد بنا کر اپنے آپ کو تھکانے کی اجازت نہیں ہے، بلکہ صاف فرمایا گیا ہے کہ **کن في الدنيا كلك غريب او عابر السبيل** ۔دنیا کے اندر ایک اجنبی یا مسافر کی طرح رہو۔دنیاوی اسفار میں ایک راہ گیر بقدر ضرورت اپنے ساتھ زادراہ اُٹھاتا ہے اور اپنے منزل کی دُھن اس کو راستے میں کوئی مستقل تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دیتی ہے۔

ہماری ان مجالس کا کوئی ایسا مقصد نہیں ہے کہ ہم اللہ کے بندوں کو کسی سیاسی یا دنیاوی اغراض کے لئے جمع کریں۔دنیاوی اغراض وہ ہیں جن کے پیچھے پورا عالم لگا ہوا ہے۔اور دنیاوی قائدین نے پورے عالم میں جو شور مچایا ہے اُس کو سُن کر ہر صاحبِ دل اُکتا چکا ہے۔ہمارا ایمان یہ ہونا چاہیے کہ دنیا کا ہر انسان ہمارا بھائی ہے۔اختلاف رائے کی گنجائش تو ہوسکتی ہے۔لیکن کسی کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا جا سکتا ہے۔کیوں کہ ہر انسان کے لئے اللہ نے توبہ کی آخری حد مقرر کی ہےاور وہ حد انسان کا آخری سانس

ہے، جس انسان کے بارے میں ہمارا یقین ہو کہ اللہ اس کے آخری سانس تک اسکی توبہ قبول کرسکتا ہے اوراس کا اللہ نے وعدہ بھی فرمایا ہے اُس انسان کی تحقیر انجام کار کے اعتبار سے ہمارے لئے ہی ضرر رساں اور بھاری پڑسکتی ہے۔اس وقت پورے عالم میں انسانوں کے درمیان جو نفرت کی خلیج بڑھ رہی ہے اور انسانوں کی اکثریت اپنے مقصد کو بھلا کر جس طرح باہمی کشاکش میں پھنسے ہوئے ہیں اس طرز عمل سے پوری انسانیت کے لیے یہ دنیا ایک قید سنگین کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے۔اور یہ سب ہمارے بُرے اعمال اور عقائد کی سزا ہے۔مجلس علمی نے سب سے پہلے اپنے عقائد کو درست کرنے کے لئے عقائدالاسلام کے عنوان کے تحت ایک کتاب شائع کی ہے جس کا نام ''**عقائدالاسلام**'' ہے۔یہ کتاب سوال وجواب کے انداز میں لکھی گئی ہے اور جمہور اہل سنت والجماعت کے متفقہ اصول کے مطابق ہے، کیونکہ اللہ کا ارادہ انسانیت کو جس آرام گاہ میں بسانے کا ہے اُسکی شرطِ اول عقائدالاسلام کے مطابق اُن ہی عقائد کو اپنا وظیفۂ حیات بنانا ہے جو اہل سنت والجاعت کے مشہور اور متفقہ عقائد ہیں۔اگرچہ فروعات میں اختلافات کی گنجائش ہوسکتی ہے،لیکن بنیادی اصول وعقائد کے اعتبار سے تمام اہل ایمان یک جان ودو قالب ہیں۔

لہٰذا میری گزارش ہے کہ ہماری ان مجالس کو دنیاوی یا سیاسی اغراض پرمحمول نہ کیا جائے، بلکہ ان مجالس کا مقصد لوگوں کو مقصد تخلیق کائنات اور

مقصد تخلیق انسانی سے باخبر کرنا ہے، جس کے لئے ہم نے پہلے نمبر پر **عقائد السلام** کی کتاب شائع ہے۔ اور دوسرے نمبر پر **''مقصد تخلیق کائنات''**، لکھی ہے اب ہم تیسرے نمبر پر یہ کتاب شائع کرنا چاہتے ہیں کہ تخلیقِ انسانی کا کیا مقصد ہے اور خلاصہ ہماری محنت کا صرف یہ ہے کہ ہر انسان اپنے مقصد حیات کو سیکھنے سکھانے کی ایک عمومی محنت چلائے۔ ہماری اس محنت سے اگر صرف ایک انسان ہی ہدایت کے راستے پر آجائے تو وہ ایک بڑی کامیابی ہے۔ جس کے متعلق حضرت محمد عربی ﷺ نے حضرت علیؓ سے صاف الفاظ میں فرمایا کہ لان یھدی اللہ بک رجلاً خیر لک من الدنیا وما فیھا۔ ترجمہ: اے علی اگر آپ کے ذریعے اللہ کسی ایک فرد کو بھی ہدایت نصیب فرمائے تو یہ تمہارے لئے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ہم میں سے ہر شخص ہزار کوشش کرے پھر بھی ہم پورے عالم کے چیزوں کو نہیں پاسکتے ہیں لیکن اگر اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں کسی انسان کی ہدایت کے لئے ذریعہ کے طور پر قبول فرمائے تو یہ عمل ہمارے لئے دنیا کے عام مال ودولت پانے سے زیادہ خوش قسمتی کا سودا ہے۔ یہ محنت ''راہِ نجات'' کی محنت ہے۔ یہ محنت اللہ کے جنت کو پانے کی محنت ہے۔ یہ محنت انسانی کامیابی کی محنت ہے یہ محنت بے لوث محبت کی فراوانی کی محنت ہے۔ اس محنت کی دنیاوی مملکتوں کی سرحدوں کی طرح کوئی سرحد نہیں ہے۔ میڈیا کے اس دور میں پورا عالم ایک گاؤں ہی نہیں بلکہ ایک کتبے کی شکل اختیار کر

چکا ہے۔ آیئے ہم سب مل کر اللہ سے دُعا کریں کہ اے اللہ ہم سب کو انسانیت کی خیر خواہی کے لئے قبول فرما۔ اور پوری انسانیت کو ایک اور نیک بنا۔ ہم سب کو جنت کی اعلیٰ نعمتوں سے نواز دے اور ہم سب کو تیرا اور تیرے نبی ﷺ کا سچا پکا عاشق بنا۔ آمین یارب العالمین آمین۔

مقالہ نمبر ا

رحلة مع القرآن (الخلقة الثانیه)

ڈاکٹر شکیل شفائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین .اصلاة و لاسلام علیٰ رسولہٖ الکریم و علیٰ آلہٖ و صحبه اجمعین .ایّها القاریالبار للقرآن قد شارکت فی الرحلة الاولیٰ و الآن أدعوک أن تسرک فی الرحلة الثانیه.اثناء قراتک تلقی موسی(علیه السلام) من هو موسیٰ ؟ هو نبی و سول صاحب التوراة و من اکبر النبیاء التی جرت فی بنی اسرائیل علی مر الدهور .تراه وهو یواعده ربهُ اربعین لیلة یقضیها علیٰ جبل طور حیث یتلززبحلوة الکلام مع ربهة.غادر موسیٰ مکانه مسرعاً بشوق و رغبة الیٰ لقاء الله تعالیٰ و قلبه مملو ء بسرور و بهجة وکیف لا وهو سیحصل علیٰ أکبر نعمة فی الدنیا مالا تتهیأ الا لذی حظٍ عظیم .

ان لقاء الله تعالیٰ نعمة و رحمة و فضل حرض الله المومین علیٰ حصولہٖ فی الآخرة و اناطہٖ بالأعمال الصالحة و التوحید

الخالص التباعدِعن الشرک اذ قال : فمن کان یرجو لقاء ربهٗ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادة ربهٖ احداً(الکهف)
انطلق موسیٰ الیٰ لقاء ربهٖ حتیٰ بلغ موعدهٗ فجعل یتکلم مع ربهٖ و یتلذذو یتلطف و یبتهج بکلامهٖ تعالیٰ و جری بینهُو بین اللہ تعالیٰ حوار سیأتی تفصیلهٗعلیٰ مکان یناسبهٗ .لا یشعر موسیٰ ولا یخطر ببالهٖ ماذا احدث قومهٗ بعدهٗ .فآتاه الله تعالیٰ الکتاب و الفرقان لکی یهتدی قومه ولا یضلون و یعبدون الله ولا یشرکون لٰکن فعل قومهٗ فعلهم فظلو اأنفسهم و اتخذوا العجل رباًو جعلوا یعبدونهٗ .یٰحسرة علیٰ العباد .کم من عاقل فی أمور الدنیا غبی فی امور الآخرة .کم من الناس ینحتون من الحجر تمثالاً بأیدیهم ثم یعبدونهٗ و یسجدون لهٗ یرفعون أیدیهم الیه تضرعاًراجین انهٗ قادر علیٰ قضاء حاجاتهم و ایفاء ها .

اخبر الله تعالیٰ موسیٰ بما یفعل قومهٗ بعدهٗ فرجع الیٰ قومهٖ غضبان أسفا.فرای قومه قد اضلهم الشیطان .کان موسیٰ ترک قومهٗ علی توحید الله تعالیٰ فرأهم عند رجوعهٖ من طور سینا ء وهم علی الشرک بالله تعالیٰ فجعل یتضرع الی الله تعالیٰ یطلب عفوه عما فعل الجاهلون من قومهٖ .فامرهم الله تعالی بالتوبة الیه .

قف هنا ايها القارى قليلاً و تدبر " كلمة " التائب من الذنب كمن لا ذنب لهٗ .هٰذا ما ورد فى حديث رواه ابن ماجه عن ابن مسعود بسند حسن فى كتاب الزهد .لاكن لم تكن توبة الذين اتخذوا العجل رباًبأفواههم فحسب أوبعزم الّايعودوا على مثلهٖ بل امرهم ربهم بقتل بعضهم بعضاً اى يقتل الذى وقى من دنس الشرك من غرق فيه ولو كان من اقاربهِ .وكان الاختيار شديداً ابتلى بهٖ قوم موسىٰ لأنهم فعلوا اكبر الكبائر من الذنوب .قال الله تعالىٰ " و اذ قال موسىٰ لقومه يقوم انكم ظلمتم و انفسكم باتخاذ العجل فتوبو ا الىٰ بارئكم فاقتلوا انفسكم ذالكم خيرلكم عند بارئكم " فلما قام بعضم بقتل بعض و تمت التوبة تاب الله عليهم لانهٗ هو التواب الرحيم

فهل علمت ايها القارى الكريم :" كم عظم الشرك ذنباً عند الله عزو جل "؟

شیطان کی عبادت نہ کرو

ظاہر ہے کہ کوئی شخص شیطان کی عبادت نہیں لامحالہ یہاں عبادت کے معنی اطاعت کے ہیں۔القاموس الوحید میں عبادت کے یہ معنی دیے گئے ہیں۔

" خدا کی اطاعت وفرمان برداری،عبادت کرنا،آداب بندگی بجالانا،عجز و انکساری کا اظہار کرنا،صرف خداہی کو مالک خالق اور واجب الاطاعت ماننا

''جوہری کی صحاح میں بھی لکھا کہ عبدیت کی اصل ''خضوع'' اور ''ذل'' ہے ۔تعبید کسی کو غلام بنانے کو کہتے ہیں، طریق معبد کے معنی ہیں وہ راستہ جس پر کثرت سے لوگ چلے ہوں اور اس معنی میں وہ پامال راستہ ہو۔ عابد محض عبادت کرنے والے کو نہیں کہتے بلکہ اطاعت اور فرمانبرداری کرنے والے کرنے والے کو بھی کہتے ہیں۔''**فادخلی فی عبادی** '' (میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ) اس میں بقول ڈاکٹر یوسف القرضاوی نئے معنی کا اضافہ کیا گیا ہے یعنی وفا، نصرت اور محبت [1]

شیخ محمد عبدہٗ ''**ایاک نعبد**'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں،''وہ انتہائی خضوع کے ساتھ اطاعت ہے'' شیخ کہتے ہیں کہ محض کسی کے سامنے خضوع اختیار کرنے کو عرب عبادت نہیں کہتے ۔اسی طرح امراء کی تعظیم میں غلو کرنے کو بھی وہ عبادت کا نام نہیں دیتے تھے ۔لہٰذا عبادت کا مفہوم اس سے کچھ وسیع ہے۔ پھر وہ لکھتے ہیں: ''صحیح اسلوب اور خالص عربی زبان کا استعمال رہنمائی کرتا ہے کہ عبادت انتہائی خضوع کی ایک قسم ہے جو معبود کی عظمت کے قلبی شعور اور اس کے غلبے کے اعتقاد جس کی حقیقت اور ماہیت کا ادراک نہیں کیا جا سکتا، کے ساتھ ایک انجانے سرچشمے سے پیدا ہوتی ہے اور بندہ اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہی کچھ جانتا ہے کہ وہ اس پر محیط ہے۔'' [2]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ''المعبودیۃ'' میں لکھتے ہیں،''دین خضوع والذل کے معانی سے متضمن ہے۔ کہا جاتا '' **دنته فلان** '' (میں نے اسے مطیع کیا تو وہ

مطیع ہوا)''ای اذللتهٔ فذل ''(میں نے اسے نیچے دکھایا تو وہ نیچے ہو گیا)
نیز کہا جاتا ہے''یدین الله و یدین لله ''(وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کا مطیع ہے)۔[۳] یعنی وہ عبادت کرتا ہے،اس کی فرمان برداری کرتا ہے اور اس کی حضور میں عجز وانکساری کا اظہار کرتا ہے۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے:

مسنون عبادت کے لیے دوصورتیں ناگزیر ہیں،''اللہ تعالی کے اوامر اور نواہی اور حلال وحرام کا التزام جنہیں اللہ نے واجب قرار دیا ہے اور جن کی طرف رسولوں نے دعوت دی اور وہی التزام اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے لیے خضوع کے عنصر کا نقشہ پیش کرتا ہے۔

وہ لکھتے ہیں،''اللہ تعالی کے لیے خضوع کی بنیاد اس کی وحدانیت کا قلبی وذہنی شعور ہے اور کائنات کی ہر چیز جان دار و بے جان پر اس کے غلبے کا احساس اور اس بات کا تصور کہ سب اس کے بندے اور مخلوق ہیں اور اسی کے قبضۂ قدرت میں اور اسی کے زیر سلطنت ہیں''۔[۴]

یہ التزام ایسے دل سے صادر ہو جسے اللہ تعالیٰ محبوب ہو اور کائنات میں کوئی ایسا نہیں جو اللہ تعالی بڑھ کر محبت کیے جانے کے لائق ہو۔

پس جس نے اللہ کو پہچان لیا اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور وہ اللہ کی محبت میں اسی درجہ میں ہے جس درجہ میں اس نے اللہ کو پہچانا۔رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں کو اللہ سے محبت تھی کیونکہ آپ کو کیونکہ آپ کو سب سے

زیادہ اللہ کی معرفت حاصل تھی۔

درج بالا اقتباس سے یہ باتیں معلوم ہوئیں۔

۱)انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت ہے۔

۲)عبادت میں اطاعت کا مفہوم بھی شامل ہے۔

۳)عبادت میں تذلل اور انکساری کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔

۴)عبادت کے مفہوم میں نصرت، ولاء اور وفاداری کے معانی بھی مضمر ہیں۔

۵)عبادت نہایت تذلل اور خضوع کے ساتھ انجام دی جائے گی۔

۶)محض خضوع اختیار کرنا یا خضوع میں غلو کرنا عبادت نہیں جب تک اس میں اطاعت اور معبود کی عظمت کا قلبی شعور اور غلبے کا اعتقاد بھی شامل نہ ہو۔

۷)جو بندہ اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل پیرا نہ ہو یا نواہی سے دامن نہ بچائے تو اسے مکمل بندۂ خدا نہیں کہا جا سکتا

۸)اسی طرح عبادت میں اللہ تعالیٰ سے بے پناہ محبت کا مفہوم بھی شامل ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

''خوف محبت کے لیے لازم ہے جبکہ قلب سلیم کے لیے اللہ کی بندگی اس کی محبت اور اس کے دین کے لیے اخلاص پر مشتمل ایمان کی حلاوت سے بڑھ کر

شیرین، لذیذ، پاکیزہ، فرحت انگیز اور نعمت بداماں کوئی چیز نہیں۔ یہ حالت اللہ کی طرف جذب دل کا تقاضا کرتی ہے۔ لہٰذا خوف اور رغبت کے ساتھ دل اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"من خشی الرحمٰن بالغیب و جاء بقلب منیب"۵

(ترجمہ) جو خدائے رحمان سے دیکھے بغیر ڈرتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع ہونے والا دل لے کر آئے۔

آگے لکھتے ہیں:

"لغت و شریعت کی دلیل کی بنیاد پر عبودیت کا جزو لاینفک ہے۔ عبودیت کا لفظ کمال اطاعت اور کمال محبت پر مشتمل ہے اور قلب منیب اس دل کو کہتے ہیں جو محبوب کا پرستار ہو تیمّ تعبّد کو کہتے ہیں۔ تیم اللہ کے معنی عبداللہ کے ہیں اور یہ کمال منزل ہے جو ابراہیم اور محمد ﷺ کو حاصل تھا۔ ۶

تخلیق انسان برائے عبادت مفسرین کی نظر میں:

علامہ شہاب الدین آلوسیؒ بغدادی نے روح المعانی میں "**وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون**" کی تفسیر کے ذیل میں حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"ما خلقتھم الا لآمرھم و ادعوھم للعبادۃ"۷

(ترجمہ) میں نے انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ انہیں حکم دوں اور

عبادت کے لیے بلاؤں۔“

معلوم ہوا کہ انسانوں اور جنوں کی تخلیق عبادت کے لیے ہوئی۔

شیخ محمد علی الصابونیؒ نے صفوۃ التفاسیر میں الا لیعبدون کی تفسیر میں لکھا ہے:

”الا لعبادتی و توحیدی“

(ترجمہ) تاکہ وہ میری عبادت کریں اور مجھے واحد سمجھیں آگے لکھتے ہیں

” لا یطلب الدنیا و الانھماک بھا “ دنیا طلب کرنے اور اس میں مشغول ہونے کے لیے نہیں۔

مطلب یہ کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت کرنا ہے نہ کہ دنیوی امور میں حد سے زیادہ مشغول رہ کر اپنے مقصد کو بھلا دینا۔انہوں ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے،”الا لیقروا لی بالعبادۃ طوعاً او کرھاً “ترجمہ تاکہ وہ میری عبادت کا اقرار کرلیں خوشی سے یا مجبوری سے ۔ پھر انہوں نے حضرت مجاھد کا ایک قول نقل کیا ہے” الا لیعرفونی “تاکہ وہ مجھے پہچانیں ۔اللہ کی معرفت اللہ کی عبادت کو مستلزم ہے جو اللہ کی معرفت میں جتنا زیادہ قوی ہوگا وہ اتنا ہی عبادت میں قوی ہوگا ۸

امام رازی فرماتے ہیں:” لما بین تعالی حال المکذبین ذکرہ الآیۃ لیبیّن سوء ُ.....یکن الا للعبادۃ ۹“جب اللہ تعالیٰ نے تکذیب کرنے والوں کا حال بیان کیا تو پھر یہ آیت ذکر کی تاکہ ان کا بُرا طریقہ واضح کرے کیوں کہ انہوں نے عبادت چھوڑ دی جبکہ ان کی تخلیق عبادت کے لیے ہی

ہوئی ہے''۔

شیخ حسین محمد مخلوف اپنی تفسیر صفوۃ البیان لمانی القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''أی لم اخلق الثقلین الا مهیّئین لعباتی بما رکبت فیهم من العقول و الحواس و القویٰ فهم علیٰ حالة الصالحة للعبادة مستعدة لها فذکرهم بوجودی و توحیدی و عبادتی''۱۰؎

(ترجمہ) میں نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر یہ کہ ان میں عبادت کی استعداد رکھ دی بایں طور کہ ان کو عقل، حواس اور قویٰ دیے پس وہ عبادت کے لیے سالح اور مستعد حالت پر ہیں۔ آپ انہیں یاد دلاتیں رہیں میرے وجود، میری توحید اور میری عبادت کے بارے میں۔

حافظ ابن قیم نے ''الضوء المنیر علی التفسیر'' میں اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے: '' انما خلق السمٰوات و الارض وما بینهما لیعرف بأسمائه و صفاته و لیعبد فهٰذالمطرب''

(ترجمہ) ''وہ اپنے ناموں اور صفتوں سے پہچانا جائے اور اس کی عبادت کی جائے یہی مطلوب ہے''۔

آگے لکھتے ہیں:

''انما یحب من عباده ذکره و عبادته و معرفته و محبته''

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے اس کا ذکر کریں، اس کی

عبادت کریں، اس کو پہچانیں اور اس سے محبت کریں۔
حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ غنی و کریم اور عزیز و رحیم ہے۔ اپنے بندوں پر احسان کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے بے نیاز ہیں، وہ اس کے ساتھ خیر کا معاملہ چاہتا ہے تکلیف کو اس سے دور کرتا ہے۔ وہ بندے سے کسی نفع کا خواستگار نہیں نہ اسے کوئی مضرت لاحق ہے جس کو بندے دور کریں بلکہ اللہ کا بندوں سے یہ معاملہ سراسر رحمت و احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا تا کہ ان کے ذریعے سے قلت سے کثرت میں، یا حالت ذلت سے عزت میں آئے اور نہ اس لیے تا کہ وہ اسے کھلائیں یا کوئی نفع پہنچائیں یا اس کا دفاع کریں۔
آگے لکھتے ہیں:
’’فأخبر انهٔ لم يخلق الجن و الانس لحاجة منه اليهم ولا ليربح عليهم لكن خلقهم جوداً و احساناً ليعبدوه فيربحوا عليه كل الارباح‘‘
(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس نے جنوں اور انسانوں کو کسی حاجت کے لیے پیدا نہیں کیا جو اسے درپیش تھی نہ اس لیے کہ وہ ان کے ذریعے کوئی نفع حاصل کرتا بلکہ بطور احسان اس لیے پیدا کیا تا کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس سے مکمل نفع پائیں۔
آگے لکھتے ہیں:

فأخبر سبحانهٗ و تعالیٰ ان الغاية المطلوبة من خلقهٖ هی عبادة التی أصلها كمال محبتهٖ و هو ،سبحانه ،كما انه يحب أن يعبد يحب ان يحمد و ينثیٰ عليه و يذكر بأوصافهٖ العلیٰ و اسمائهٖ الحسنیٰ''[11]

(ترجمہ) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی کہ مخلوق سے جو چیز غایت درجہ مطلوب ہے وہ عبادت ہے۔ اللہ سبحانہ جیسے یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے ویسے ہی وہ پسند کرتا ہے کہ اس کی حمد بیان کی جائے ،اس کی تعریف کی جائے ،اس کے بلند اوصاف اور اسمائے حسنیٰ کا تذکرہ کیا جائے۔

صحیح روایت میں وارد ہوا ہے:

'' لا أحد أحب اليه المدح من الله و من اجل ذالک أنثیٰ علیٰ نفسهٖ''[12]

(ترجمہ) اللہ سے زیادہ کوئی مدح پسند نہیں کرتا،اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف وتوصیف فرمائی۔

مسند احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ اسود بن سریعؓ نے عرض کیا:

''یا رسول الله ! انی حمدت ربی بمحامد ؛ فقال : ان ربک يحب الحمد''

(ترجمہ) اے اللہ کے رسول ﷺ ! میں نے اپنے رب کی تعریف جیسی تعریف کی؛ تو آپ نے فرمایا تمھارا رب حمد کو پسند کرتا ہے''[13]

پھر امام ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

'' فھو یحب نفسہ و من اجل ذالک یثنیٰ علیٰ نفسہٖ و یحمد نفسہ و یقدس نفسہ و یحب من یحبہ و یحمدہ و ینثیٰ علیہ'' ۱۴؎

(ترجمہ) پس وہ یعنی اللہ اپنے آپ سے محبت کرتا ہے اور اسی لیے خود کی تعریف کرتا ہے، اپنی حمد کرتا ہے اپنی پاکیزگی بیان کرتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے جو اس یعنی اللہ سے محبت کرے اور اس کی حمد وثنا کرے۔

امام عماد الدین ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

'' انہٗ تبارک و تعالیٰ خلق العباد لیعبدوہ وحدہ لاشریک لہٗ فمن اطاعہ جازاہ أتم الجزاء و من عصاہ عذبہ اشد العذاب و اخبر أنہُ غیر محتاج الیھم بل ھم الفقراء الیہ فی جمیع احوالھم فھو خالقھم و رازقھم و فی الحدیث القدسی : '' یا ابن آدم تفرغ لعبادتی املاء صدرک غنیً و اسد فقرک و الا تفعل ملأت صدرک شغلاً و لم اسدّ فقرک''۔۱۵؎

(ترجمہ) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کیا تاکہ وہ اس کی عبادت کریں جو اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ جس نے اس کی اطاعت کی تو اللہ اس کو مکمل جزا دے گا اور جس نے اس کی نافرمانی کی تو اللہ اسے مکمل عذاب دے گا۔ اللہ نے خبر دی کہ وہ بندوں کا محتاج نہیں ہے بلکہ بندے

سب ے سب اسکے در کے فقیر ہیں تمام کاموں میں ۔وہ اللہ ان کا خالق و رازق ہے ۔حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے'' اے آدم کے بیٹے تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا میں تمھارے سینے کو تونگری سے بھر دوں گا اور تمھارے فقر کو دور کر دوں گا۔ورنہ تمھارے سینے کو مختلف اشغال سے بھر دوں گا اور تمھارے فقر کو دور نہیں کر دوں گا''

امام ابن کثیرؒ نے بعض الہامی کتابوں کے حوالے سے اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

''ابن آدم ! خلقتک لعبادتی فلا تلعب ، تکفلت برزقک فلا تتعب فاطلبنی تجدنی فان وجدتنی وجدت کل شئً و ان فتک فاتک کل شئً و انا احب الیک منن کل شئ'' [۱۶]

(ترجمہ)اے آدم کے بیٹے میں نے تجھے اپنی عبادت لے لیے پیدا کیا ہے لہٰذا تو لہوولعب میں زندگی کے اوقات ضائع نہ کر، میں نے تمھارے رزق کی ذمہ داری لی ہے تم رزق کی تلاش میں خود کو نہ تھکا۔مجھے طلب کر تو مجھے پائے گا اور جو تم نے مجھے پایا تو گویا تم نے ہر چیز پائی اور اگر میں تجھے نہ ملا تو تم سے ہر چیز فوت ہوگئی۔میں ہر چیز سے تجھے محبوب رہوں''۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کر لیا کہ تمام جن وانس اس کی عبادت کریں اور یہ معلوم حقیقت ہیکہ ہر چیز اللہ کے ارادے کے موافق ہوتی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ تمام جن وانس اللہ کی عبادت کرتے اور ان میں سے کوئی بھی اللہ کی نافرمانی نہ کرتا۔اس سوال کا

جواب علامہ زمخشری نے ''الکشاف ''میں دیا ہے وہ لکھتے ہیں:

'' **فان قلت : لو كان مريداللعبادة منهم لكان كلهم عباد اً؟ قلت انما اراد منهم ان يعبدوه مختارين للعبادة لا مضطرين اليها لانه خلقهم ممكنين ،فاختار بعضهم ترک العبادة مع كونہٖ مريداً لها ولو اراد على القسر الالجاء لوجدت من جميعهم۔** ''ے[1]

(ترجمہ) اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے عبادت چاہتا ہے تو ان سب کو عابد ہونا چاہیے تھا۔ میں کہوں گا کہ اللہ نے یہ چاہا کہ بندے صرف اس کی عبادت کریں لیکن اختیار کے ساتھ نہ کہ اضطرار کے ساتھ۔ کیونکہ اللہ نے ان میں (فرمان برداری یا نافرمانی) کا امکان پیدا کیا ہے۔ پس بعض لوگوں نے ترک عبادت کو اختیار کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ وہ اس کی عبادت کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ جبر واکراہ سے بندوں سے اپنی عبادت کرواتا تو تم ان کو ویسا ہی پاتے''۔

تفسیر جلالین میں صاحب تفسیر نے لکھا ہے کہ جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لیے پیدا کرنا اس کے منافی نہیں کہ کافر اس کی عبادت نہیں کرتے ہیں کیونکہ غایت وجود کو لازم نہیں کرتی۔ مطلب کسی چیز کو کسی غرض کے لیے پیدا کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ غرض ہمیشہ اس چیز سے پوری کی جاتی رہے۔ صاحب تفسیر نے اس کو ایک مثال سے واضح کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ

جیسے ہم قلم چھیلتے ہیں قلم کی غرض لکھنا ٹھہری لیکن کبھی ہم اس سے نہیں بھی لکھتے ہیں۔"ولا ینافی ذالک عدم عبادة الکافرین لان الغایة لا یلزم وجودھا کما فی قولک : بریت ھذا القلم لاکتب بہٖ فانک قد لا تکتب بہٖ"۔۱۸؎

اس کی تفسیر میں شیخ احمد بن محمد الصاوی المالکیؒ لکھتے ہیں:

"ان اللہ تعالیٰ خلق الخلق وجعلھم مھیئین صالحین للعبادة بأن رکب فیھم عقلاً و حواس و جعلھم قابلین للعبادة و الطاعة و بعد ذالک اختار لعبادتہٖ و لاطاعتہٖ من أحب منھم فلا یلزم من الصلاحیة للعبادة وقوعھا منھم بالفعل و قیل لیعبدون لآمرھم و أکلھم بعبادتی لا لیھتمو بالرزق وینھمکوا فی خدمة الدنیا ۔"

(ترجمہ) اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا اوران کو اپنی عبادت کے لیے تیار کیا اوراس کی صلاحیت ان میں پیدا کی ،اس طور پر کہ انن میں عقل اورحواس ڈال دیے اوران کوعبادت اور طاعت کے قابل بنایا۔پھران میں سے جس کو چاہا اپنی عبادت اورطاعت کے لیے منتخب کیا۔پس عبادت کے لیے صلاحیت کا ہونا بالفعل عبادت کرنے کو لازم نہیں کرتا۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیعبدون کا مطلب ہے کہ اپنے بندوں کوحکم دوں اورانہیں اپنی عبادت کا مکلّف بناؤں ۔میں نے ان کواس واسطے پیدانہیں کیا کہ یہ رزق کمانے کا اہتمام کریں اور

خدمت دین میں انہماک دکھائیں۔

قران کریم ان بیانات سے بھرا پڑا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی غایت اپنی عبادت قرار دی اور اس کے لیے کائنات میں بکھری پڑی نشانیوں سے دلیل لی۔ سورہ انبیاء میں فرمایا:

ولہٗ من فی السماوات و الارض ومن عندہٗ لا یسکتبرون عن عبادتہٖ ولا یستحسرون''(آیت نمبر ۱۹)

(ترجمہ) اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمیں میں ہے اور جو اللہ کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں۔''

''یسبحون الیل والنہار لا یفترون'' (آیت نمبر ۲۰)

(ترجمہ) رات اور دن تسبیح کرتے ہیں اور کسی وقت نہیں چھوڑتے۔

''وما ارسلنا من قبلک من رسولٍ الا نوحی الیہِ انہٗ لا الہ الا أنا فاعبدون''

(ترجمہ) اور آپ سے پہلے ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا جس کو ہم نے وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو پس میری عبادت کرو۔

اگے اس حقیت پر کہ اللہ صرف اللہ کو سزا وار ہے کائینات کی نشانیوں سے استدلال کیا:

''اولم یر الذین کفروا ان السمٰواتو الارض کانتا رتقاً ففتقنا ھما وجعلنا من الماء کل شیٍٔ حی أفلا یؤمنون''(آیت نمبر ۳۰)

وجعلنا فی الارض رواسی أن تمیدهم وجعلنا فیها فجاجاً سبلاً لعلهم یهتدون (آیت نمبر ۳۱)

وجعلنا السمآء سقفاً محفاظاً وھم عن آیاتنا معرضون (آیت ۳۲)

''کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا اور ہر جاندار چیز ہم نے پانی سے بنائی پھر یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے''۔

''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تا کہ زمین ان کو لیکر ہلنے نہ لگے اور ہم نے اس میں کشادہ رستے بنائے تا کہ یہ لوگ منزل مقصود تک پہنچیں''۔

''اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور وہ لوگ اس کی نشانیوں سے منہ پھیر رہے ہیں''۔

آگے فرمایا:

''**وھم بذکر الرحمٰن ھم کافرون**'' آیت ۳۲

حالانکہ وہ رحمٰن کے ذکر پر انکار کرتے ہیں۔

''**کل من یکلؤکم بالیل و النهار من الرحمٰن بل هم عن ذکر ربهم معرضون**''

آپ کہہ دیجیے کہ رات اور دن میں اللہ سے تمھاری حفاظت کون کرتا ہے ، بلکہ یہ لوگ اپنے رب کی یاد سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

درج ذیل آیات سے ذیل کے امور مستفاد ہوتے ہیں:

۱۔تمام کائنات ایک اللہ کی ہے، جو اللہ کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ عار کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔

۲۔وہ دائمی طور پر اللہ تعالی کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں اور اس کو کبھی ترک نہیں کرتے۔

۳۔محمد ﷺ سے پہلے جتنے بھی رسول گذرے ہیں ان سب نے انسانوں کو ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی۔

۴۔کائنات میں بکھری ہوئی اللہ کی بے شمار آیات پر غور کرنے سے انسان ایمان و یقین کے قریب آجاتا ہے۔

۵۔انسان پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں وہ ان تمام نشانیوں کو دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے منہ موڑے ہوئے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر لحظہ ہر آن انسان کی حفاظت کرتا ہے۔

ڈاکٹر یوسف القرضاویؒ لکھتے ہیں:

ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ ہوا کہ مشہور یونانی مؤرخ پلوتارخس (Ploutarkhas 50-125) نے بڑی بحث و تمحیص اور تحقیقات کے بعد کہا:

’’یہ تو ممکن ہے کہ ہم حفاظتی حصار، مال و دولت، ادب و آداب، اور تفریح گاہوں کے بغیر بہت سے شہر دیکھیں لیکن انسان نے آج تک کوئی ایسا شہر نہیں دیکھا جس میں کوئی عبادت گاہ نہ ہو اور اس کے اہالیان عبادت

کے رسیا نہ ہوں۔

تاریخ نے یہ حقیقت محض اس لیے تحریر کر رکھی ہے کہ خلق اعلیٰ کی طرف رخ روحی گہرائیوں سے نکل کر انسانی فطرت میں مرکوز ہے۔تاہم اس بنیادی شعور نے اپنے معبود حقیقی اللہ جل جلالہ کی طرف جانے والے راستے سے اکثر خطا کی اور اسے جہالت،غفلت اور گمراہی کی موجیں بہا کر لے گئیں۔پس اس نے غیر اللہ کی عبادت کی یا اس کے ساتھ متفرق خداؤں کی عبادت کی یا اس نے بندگی کی مختلف صورتوں میں اللہ کی شریعت اور اس کی خوشنودی کی راہ سے ہٹ کر عبادت کی۔اسی لیے رسولوں کا یہ مشن تھا کہ وہ فطرت سلیمہ کا رخ اللہ کی طرف پھیریں اور اس اصلی شعور کو انحراف سے بچائیں حتیٰ کہ انسان اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور نہ اللہ کے مقابلے میں مخلوقات میں سے اپنے رب بنائے''۔[۲۰]

حواشی

۱؎ اسلام میں عبادت کا حقیقی مفہوم ۔ڈاکٹر یوسف القرضاویؒ (ترجمہ) خدا بخش کلیار اریب پبلکیشنز ۲۰۰۴ء

۲؎ ایضاً

۳؎ ایضاً

۴؎ ایضاً

۵؎ ایضاً ص۵۴

۶؎ ایضاً

۷؎ روح المعانی ۔امام شہاب الدین آلوسی ۔ج ۱ص ۳۲ مکتبہ زکریا دیو بند

۸؎ صفوۃ التفاسیر۔شیخ محمد علی صابونی شافعی تفسیر آیت ۵۲ سورہ ذاریات

۹؎ مفاتیح الغیب /الفخر الرازی /ج ۷/ص ۶۸۵ /بیروت

۱۰؎ صفوۃ البیان لمعانی القران /ص ۶۶۸ /وزارۃ الشؤن الاسلامیہ /الکویت ۱۹۸۷ء

۱۱؎ الضوٗ المنیر علی التفسیر /حفظ ابن قیم /ج ۵ص ۴۷۷

۱۲؎ متفق علیہ بروایت عبداللہ ابن مسعودؓ۔صحیحین میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں ''ولذالک مدح نفسہٗ''

۱۳؎ مسند احمد رقم الحدیث ۱۵۵۸۶

۱۴؎ الضوٗ المنیر علی التفسیر ج ۵ص ۳۸۷

۱۵؎ مختصر ابن کثیر (از صابونی) ج ۳ص ۳۸۷

حدیث رواہ ترمذی رقم ۲۴۶۶

۱۶؎ مختصر ابن کثیر (از صابونی) ج ۳ص ۳۸۷

۱۷؎ الکشاف /امام جاراللہ زمخشری /ج ۴ص ۳۹۶

۱۸؎ حاشیہ الصاوی علیٰ جلالین /ج ۴ص ۱۲۲

۱۹؎ ایضاً

۲۰؎ اسلام میں عبادت کا حقیقی مفہوم /ص ۱۶۷